رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۱

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ ۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفضل قادیان

The ALFAZL QADIAN.

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند للعہ
قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳ء

جلد ۲۲	مطابق یکم نومبر ۱۹۳۴ء	بروز جمعہ	مورخہ ۲۲ رجب ۱۳۵۳ھ	نمبر ۵۴

LAHORE

فہرست مضامین

خطبہ جمعہ
احراریوں کے جلسہ کے سلسلہ میں حکومت کے بعض افسروں کی ناانصافی
دنیا کے ہر گوشہ کے احمدی خاص قربانیوں کیلئے تیار رہیں
از صـ۲ تا صـ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ۳۰ اکتوبر بوقت ۳ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کو کل سے کھانسی اور زکام کی زیادہ تکلیف ہو گئی ہے۔ احباب صحت کامل کے لئے دعا فرمائیں۔

آج (۳۰ اکتوبر) خان محمد عبداللہ خانصاحب آف مالیر کوٹلہ کے ہاں دختر تولد ہوئی۔ خدا تعالیٰ محترم والدین اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے مبارک کرے۔ اس خوشی میں مرکزی دفاتر اور سکولوں میں تعطیل کی گئی۔

جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تبلیغی دورہ سے واپس آ گئے۔ اور مولوی محمد سلیم صاحب تبلیغ کیلئے کلکتہ روانہ کئے گئے۔

حکیم محمد الدین صاحب مہاجر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ آج کل بہت بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا لاہور میں شاندار استقبال

گزشتہ پرچہ میں جناب چودھری ظفر اللہ خانصاحب کے قادیان تشریف لانے کے ذکر میں مختصر طور پر اس شاندار استقبال کا بھی ذکر کیا گیا تھا جو لاہور کے سٹیشن پر ایک بہت بڑے مجمع نے کیا۔ جسمیں نہایت اعلیٰ طبقہ کے سرکاری و غیر سرکاری معززین نے شرکت فرمائی۔ ذیل میں اس استقبال کے متعلق اپنے خاص نامہ نگار لاہور کی مفصل رپورٹ شائع کیجاتی ہے۔

جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچنے اور کراچی میل سے لاہور تشریف لانے کی اطلاع ۲۷ اکتوبر ایسے تنگ وقت میں بذریعہ تار موصول ہوئی۔ کہ کسی روزانہ اخبار میں شائع نہ ہو سکی۔ اور نہ ہی جناب چودھری صاحب موصوف کے احباب کو پورے طور پر آپ کے تشریف لانے کی اطلاع ہوئی۔ باوجود اس کے اس قدر احباب سٹیشن پر پہنچ گئے۔ کہ پلیٹ فارم نمبر ۲ کھچا کھچ بھر گیا۔ گاڑی پہنچنے پر "اللہ اکبر" اور "ظفر اللہ خان زندہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔ کئی اصحاب کے ہاتھ میں پھولوں کے ہار تھے۔ جناب چودھری صاحب کو پھولوں سے لاد دیا گیا۔ اور وہ ہجوم کی وجہ سے متعدد مرتبہ ہار اتارنے پر مجبور ہوئے۔ سٹیشن سے باہر نکلنے میں قریباً ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ بہت سے احباب باہر بھی منتظر کھڑے تھے۔ سٹیشن پر اتنا بڑا اژدہام بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ سٹیشن پر پنجاب گورنمنٹ کے سکرٹری اور وزراء، ممبران کونسل۔ وکلاء، بیرسٹر اور دیگر معززین موجود تھے جنمیں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ چودھری سر شہاب الدین صاحب، سر سکندر حیات خان صاحب، سردار بہادر سر جوگندر سنگھ صاحب، آنریبل سر فیروز خانصاحب نون، جسٹس کنور دلیپ سنگھ، مسٹر گاربٹ چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب، مسٹر لطیفی فنانشل کمشنر، خان بہادر نواب احمد یار خان صاحب دولتانہ، راؤ بہادر چوہدری چھوٹو رام صاحب، مسٹر مکند لعل صاحب پوری، خان بہادر مشتاق احمد صاحب گورمانی، مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر انجمن اشاعت اسلام لاہور، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، سر محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ میاں نور اللہ صاحب، پیر اکبر علی صاحب، سید محسن شاہ صاحب وکیل، خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء، مسٹر جگن ناتھ صاحب اگروال، مسٹر ایل۔ ایم دتا صاحب، نوابزادہ خورشید علی خانصاحب، شیخ فیاض الدین صاحب، مسٹر جسٹس کری، جسٹس رنگی لعل صاحب، جسٹس آغا حیدر صاحب، بیرسٹر شیخ عظیم اللہ صاحب وکیل، خان بہادر آنریبل میاں عبد العزیز صاحب جج ہائیکورٹ، چودھری محمد افضل صاحب ریٹائرڈ ...

مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ۔ سید عنایت شاہ صاحب ایڈیٹر ریاست۔ حکیم محمد شجاع صاحب۔ خانصاحب میاں امیر الدین صاحب میونسپل کمشنر۔ مولوی غلام محی الدین صاحب ... وکیل۔ میاں تسلیم حسین صاحب ... قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے ... کالجوں کے پروفیسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۵۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ رجب ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

خطبہ جمعہ*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احراریوں کے جلسہ کے سلسلہ میں حکومت کے بعض افسروں کی ناانصافی

دُنیا کے ہر گوشہ کے احمدی خاص قربانیوں کے لئے تیار رہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے خطبہ میں مَیں نے جماعت کو

صبر اور تحمل

کی ہدایت کی تھی۔ اور نصیحت کی تھی۔ کہ لوگ سوٹے لے کر نہ پھریں۔ اور ان تمام احکام کی جو حکومت برطانیہ کے نمائندوں کی طرف سے دئے جائیں۔ اطاعت کریں۔ میں آج کے خطبہ سے پہلے

دوستوں کا شکریہ

ادا کرتا ہوں۔ اور ان کے اس فعل پر

اظہارِ خوشنودی

کرتا ہوں۔ کہ باوجود اشتعال انگیزی کے سامانوں کے پیدا ہونے کے انہوں نے صبر اور تحمل سے کام لیا۔ اور سوائے شاذ و نادر کے یا سوائے کسی غلط فہمی کے پیدا ہو جانے کے ان کی طرف سے کوئی بات ایسی نہیں ہُوئی۔ جو میرے لئے

موجبِ شرمندگی

اور ان کے لئے موجب پریشانی ہو۔ بے شک ہم ان دنوں میں نہتے تھے۔ بے شک حکومت نے اپنے زور اور طاقت سے باوجود اس کے کہ یہ ہمارا گھر تھا۔ ہمیں

خود حفاظتی کی تدابیر

سے محروم کر دیا تھا۔ پھر بھی میں جانتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے

سچے اور مخلص ممبر

خدا تعالیٰ کے فضل سے شیر ہیں۔ اور شیر بغیر ہتھیاروں کے ہی لڑا کرتا ہے۔ میں نے سلسلہ کے مصالح کے لحاظ سے آپ کی زبانیں بند کر دی تھیں۔ آپ کے ہاتھ باندھ دیئے تھے۔ لیکن باوجود اس کے میں جانتا ہوں۔ کہ آپ کے دل اخلاص اور اس محبت کے وفور کی وجہ سے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور سلسلہ سے ہے۔ ایسے جوش سے پُر تھے۔ کہ جس کے سامنے دُنیا کی کوئی دیوار اور کوئی قلعہ ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ کی فرمانبرداری

ذِلت اور بےچارگی

کی فرمانبرداری نہیں تھی۔ بلکہ طاقت کے ساتھ فرمانبرداری تھی۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہُوا ہے۔ پولیس کے لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا۔ جب آپ بغیر ہتھیار کے ان کے ساتھ مل کر پہرہ دیتے تھے۔ انہوں نے ہمارے دوستوں سے یہ بھی کہا۔ کہ ہم لوگ جو آپ کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ آپ کو کیا ضرورت ہے۔ کہ تکلیف کریں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ آپ کے پاس ہتھیار بھی نہیں ہیں۔ اور آپ کے خلاف اس قدر جوش پھیلایا جا رہا ہے۔ اور خطرہ ہے۔ آپ

کیوں نہتے پھرتے ہیں

مگر جب ان کو جواب دیا جاتا۔ کہ ہم آپ کی ہمدردی کے ممنون ہیں۔ مگر اپنے

مقدس مقامات کی حفاظت

ہمارا بھی فرض ہے۔ اور ہم اس کے لئے مجبور ہیں۔ تو ان پر اتنا اثر ہُوا۔ کہ انہوں نے کہا۔ آپ لوگ ہمدردی کہتے ہیں ہمارے دلوں میں آپ لوگوں کے متعلق جو جذبات ہیں۔ وُہ ہمدردی سے بہت زیادہ ہیں۔ اور ہم انہیں بیان نہیں کر سکتے اس کے بعد میں اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے حالات میں جو بہت اشتعال دلانے والے تھے۔

پولیس کے افسروں اور ماتحتوں کا رویّہ

بہت اعلےٰ درجہ کا اور قابل تحسین رہا ہے۔ ان میں سے بیشتر حصہ اس بیہودگی کو محسوس کرتا تھا۔ جو اس جگہ جلسہ کی اجازت دینے میں ہوئی ہے۔ وُہ

قانون اور تہذیب

سے گرے ہُوئے الفاظ جو ہمارے متعلق استعمال کئے گئے ان سے وُہ خود دکھ محسُوس کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مجھ سے بھی ملنے آئے۔ بعض علیحدگی میں ملے اور بعض عام مجالس میں۔ ان کے علاوہ ان میں سے بہت سے ہماری جماعت کے سینکڑوں لوگوں سے ملے۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے بھی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے تسلیم کیا۔ کہ

احمدیوں کو بلاوجہ دکھ

دیا گیا ہے۔ اور ایسا جلسہ جس کی غرض سوائے تضحیک اور توہین کے کچھ نہیں۔ یہاں خواہ مخواہ منعقد کرایا گیا ہے۔ گو وہ لوگ اس وقت میرے سامنے نہیں۔ مگر میرا فرض ہے۔ کہ ان کے متعلق بھی جذباتِ امتنان کا اظہار کروں۔ وُہ لوگ ہمارے ہم خیال نہ تھے۔ بعض ان میں سے جلسہ کرنے والوں کے ہم عقیدہ تھے۔ بعض سکھ یا ہندو تھے۔ مگر سب نے

شریفانہ رویہ

رکھا سوائے چند ایک کے جنہوں نے بعض ناشائستہ حرکات کیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ پولیس کے رویہ کے متعلق ہمیں جو احتمال تھا۔ اس سے بہت اچھا۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے یہاں نمونہ دکھایا۔

*یہ وُہ خطبہ جمعہ ہے۔ جو کئی ہزار کے مجمع نے گوشِ ہوش سے سُنا۔ دوران خطبہ میں۔ اور پھر نماز میں رقت اور سوز سے سامعین کی ہچکیاں بندھ گئیں (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نہ صرف انگریز افسروں نے بلکہ ہندوستانی افسروں نے بھی بہت شریفانہ رویّہ دکھایا۔ اور سپاہی تو بہت ہی متاثر تھے۔ ان میں سے کئی لوگ مجھے بھی ملے۔ ان کے علاوہ ان رپورٹوں کی بناء پر جو مجھے پہنچیں۔ اور جو ان کے ساتھ تعاون کرنے والوں کی طرف سے ہیں۔ میں ان خیالات کے اظہار پر مجبور ہوا ہوں۔ اور ان حالات میں اگر بعض سے غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔ تو وہ یقیناً نظر انداز کرنے اور بھلا دینے کے قابل ہیں:۔

یہاں کے

مجسٹریٹوں کے متعلق

مجھے افسوس ہے۔ کہ میں یہی کلمات نہیں کہہ سکتا۔ حالانکہ وہ لوگ ہی ہیں۔ جن کے سپرد امن اور انتظام کا قیام ہے۔ پولیس تو صرف سونٹے کی طرح ہوتی ہے۔ دماغ مجسٹریٹ ہوتے ہیں ان کے سامنے ہتک آمیز اور اشتعال انگیز تقریریں ہوئیں بانیٔ سلسلۂ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کے دوسرے لیڈروں کے متعلق بہت بدزبانی کی گئی۔ مگر انہوں نے ہرگز نہیں روکا۔ مذہبی حملوں کو اگر جانے بھی دیا جائے۔ تو

ذاتی حملے

اس قدر تھے۔ کہ مجسٹریٹوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے تھی۔ پولیس اور غیر جانبدار رپورٹروں کی رپورٹوں کو بھی اگر نظر انداز کر دیا جائے۔ تو بھی خود ان کے اخباروں میں تقریروں کے جو اقتباس شائع ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے اشتعال انگیزی نہیں کی۔ اور مجسٹریٹوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ میں نے خود اخبار احسان۔ یا زمیندار دونوں میں سے کسی ایک میں پڑھا ہے کہ

صدر کانفرنس نے کہا

کہ لاؤ مجھے۔ اور مرزا بشیر الدین محمود کو ایک کمرے میں بند کر دو اگر صبح تک وہ زندہ رہ جائے۔ تو کہنا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کوئی مجسٹریٹ جس میں شرافت کی کوئی حس باقی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ اشتعال انگیزی نہیں۔ کیا یہ

صریح قتل کی دھمکی

نہیں۔ کیا یہ الفاظ بھی ان کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ مگر نہیں ان کے دل خوش تھے۔ کہ

احمدیوں کی ہتک

کی جا رہی ہے۔ اور ان پر الزام لگائے جا رہے ہیں۔ پھر مجھے حیرت ہے۔ کہ وہی مجسٹریٹ سٹیشن پر یہ کہتا ہوا پایا گیا کہ دونوں فریق میں Tolerance (رواداری) نہیں ہے گویا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ خواہ ہمیں مارتے گالیاں دیتے۔ پھر بھی ہمیں انہیں اپنے گھروں میں لا کر ٹھہرانا

چاہیئے تھا۔ اور اپنے مقدس مقامات گرانے کے لئے ان کے حوالہ کر دینے چاہیئے تھے تب ہم ان کے نزدیک روادار کہلا سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص اس

مجسٹریٹ کے مونہہ پر مکا مارے

اور اس کے مکان پر جا کر اس کے ماں باپ کو گالیاں دے تو پھر میں دیکھوں کہ اس میں کتنی رواداری ہے۔ حالانکہ یہاں اس کے ذاتی اخلاق کا سوال نہیں تھا۔ وہ تنخواہ اسی بات کی لیتا ہے

ملک معظم کی حکومت

کی طرف سے اسی لئے اسے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ امن قائم رکھے اس کا فرض تھا۔ کہ ایسی تقریریں کرنے والوں کو روکتا اور کہتا۔ کہ آپ لوگ یہاں تبلیغ کے لئے آئے ہیں۔ نہ کہ

قتل کی دھمکیاں

دینے کے لئے۔ یہ سوال نہیں۔ کہ ہم پر ان دھمکیوں کا کیا اثر ہوا۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ انبیاء اور ان کی جماعتوں کو ایسی دھمکیاں دی ہی جایا کرتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایران کے بادشاہ کی طرف سے ایسی ہی دھمکی دی گئی تھی اور کہا گیا تھا۔ کہ یہاں آؤ۔ تو پتہ لگے کہنے والے ایسا کہا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے سننے والوں کی دماغی حالت کا پتہ بخوبی لگ سکتا ہے:۔

اس کے بعد میں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جس کے متعلق میں نے پچھلے جمعہ میں کہا تھا۔ مگر وہ چونکہ

بہت اہم مضمون

ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ساتھ ساتھ حکومت کے افسروں کو جماعت کے افراد کو۔ دوسری پبلک کو اور ان لوگوں کو بھی جو ہمارے خلاف اسقدر غیظ و غضب کا اظہار کر رہے ہیں سب کو سنا دیا جائے۔

مومن کا کوئی کام خفیہ نہیں ہوتا

مومن انارکسٹ نہیں ہوا کرتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپؐ جب کسی دشمن پر چڑھائی کرتے تو رات کے وقت حملہ نہ کرتے تھے۔ اور پھر حملہ سے پیشتر اذان دلواتے۔ تا دوسروں کو پتہ لگ جائے۔ کہ مسلمان آپہنچے ہیں۔ ہم بھی اسی رسول کے پیرو ہیں۔ اس لئے جو بھی کریں گے علے الاعلان کریں گے ہمارے کسی کام میں کوئی اخفاء نہیں ہوگا۔ سوائے اس کے جو ضروری اور جائز ہو۔ ایک کبڈی کھیلنے والا حریف کو پکڑتا ہے۔ مگر پہلو بچا کر۔ کنکوا اڑانے والا دوسرے کے کنکوے کو چکر میں لا کر کاٹتا ہے۔ تاجر اپنے گاہکوں کا علم دوسرے کو دینا پسند نہیں کرتا۔ پس اس قسم کے

جائز اخفاء کے سوا مخفی تدابیر جائز نہیں

اور ہم انہیں پسند نہیں کرتے۔ پس ایسی باتوں کو مستثنیٰ کر کے ہمارے کاموں میں شاید کبھی اخفاء ہوا ہے۔ نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے ہاتھ صاف اور ہماری نیتیں نیک ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ ساری باتیں ان الفاظ میں آجائیں جن میں میں پیش کرتا ہوں۔ یا قریب قریب انہی الفاظ میں اور ہر ایک کو معلوم ہو جائیں۔ لیکن مضمون شروع کرنے سے پیشتر میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کو

دو باتیں

یاد رکھنی چاہئیں۔ اول یہ کہ ہر شخص جو سلسلہ میں داخل ہے جس نے میرے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ اور ان کے ذریعہ خدا کی بیعت کی ہے۔ وہ اپنی جان مال۔ عزت۔ آبرو۔ اولاد۔ جائداد۔ غرضیکہ ہر چیز خدا۔ رسول اور اس کے نمائندوں کے لئے قربان کر چکا ہے۔ اور اب کوئی چیز اس کی اپنی نہیں میں کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ جس کے دل میں بیعت کے اس مفہوم کے متعلق ذرہ بھی شبہ ہے۔ وہ اگر منافق کہلانا نہیں چاہتا۔ تو وہ اب بھی بیعت کو چھوڑ دے جس بیعت میں نفاق ہو وہ کسی فائدہ کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ایک لعنت ہے۔ جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے پس جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس نے

میری بیعت

کسی شرط کے ساتھ کی ہوئی ہے۔ اور کوئی چیز اس کی اپنی باقی ہے۔ اور اس کے لئے میری اطاعت مشروط ہے۔ وہ میری بیعت میں نہیں اور میں تمام کے سامنے۔ اور پھر اخباروں میں اس خطبہ کی اشاعت کے بعد ان لاکھوں لوگوں کو جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں رہتے ہیں۔ صاف صاف الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کسی کے دل میں کوئی استثناء باقی ہے۔ تو میں اسے اپنی بیعت میں نہیں سمجھتا۔

میرا خدا گواہ ہے

اور آپ لوگ جو سن رہے ہیں۔ آپ بھی گواہ ہیں۔ کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے۔ کیا پہنچا دی ہے (اس پر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ کہ ہاں پہنچا دی ہے) میرا خدا گواہ ہے۔ اور آپ لوگ مقر ہیں۔ کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے۔ کہ

مشروط بیعت کوئی بیعت نہیں

بیعت وہی ہے۔ جس میں ہر چیز قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو۔ پس میرا ہر حکم جو خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت ہو اور جس کے خلاف کوئی نص صریح موجود نہ ہو۔ اسے ماننا آپ کا فرض ہے۔ جب اجتہاد کا معاملہ آجائے۔ تو وہی اجتہاد صحیح ہوگا۔ جو میرا ہے۔ اور اس میں لازماً پابندی کرنا آپ کا فرض ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجھے مشورہ دیدے باقی تعمیل میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا:۔

دوسری چیز یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں خدا رسول۔ اور اس کے نمائندوں کی اطاعت کا حکم ہے۔ وہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اولی الامر کی اطاعت

بھی ضروری قرار دے دی گئی ہے۔ اور ان کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر یہ تعلیم دی ہے۔ آپ کی کوئی کتاب نہیں۔ جس میں آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو۔ اور میں جس قدم پر آپ لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں۔ وہ ایسا جوش پیدا کر دینے والا ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کسی کو

حکومت کی اطاعت

میں بھی کوئی شک پیدا ہو جائے۔ پس اگر کوئی اس سے آگے نکل جائے۔ یا شبہ کرے۔ تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کرنے والا ہو گا۔ اگر ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ تو بالکل ممکن ہے۔ ایک وقت تمہیں

تلوار کی دھار پر

چلنا پڑے۔ ایک طرف تو میری اطاعت کے متعلق ذرا سی غلش بیعت سے خارج کر دینے والی ہو گی۔ اور دوسری طرف ذرا سا عدوان جو حکومت کی اطاعت سے برگشتہ کر دے۔ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے منحرف کر دے گا۔ ان

دونو حدود کے اندر

رہتے ہوئے تمہیں ہر ایک قسم کی قربانی کرنی ہو گی۔ اور سلسلہ کے وقار کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک جدوجہد کرنی پڑے گی ۔

آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارے لئے یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے

سلسلہ کی عزت اور وقار

کو قائم رکھنا آپ لوگوں کو فرض ہے۔ ایک دفعہ ایک پرائیویٹ میٹنگ کے موقعہ پر سردار سر سکندر حیات خاں کے مکان پر چودھری افضل حق صاحب نے مجھے یہ کہا تھا۔ کہ ہمارا مقصد یہی ہے۔ کہ احمدیہ جماعت کو کچل دیں۔ پس دشمنوں نے ہمیں چیلنج دیا ہے۔ پس جب تک تمہاری رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اس

چیلنج کو منظور کرتے ہوئے

اس گروہ کے زور کو جو یہ دھمکیاں دے رہا ہے۔ توڑ کر رکھ دو۔ اور دنیا کو بتا دو۔ کہ تم پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہو۔ سمندروں کو خشک کر سکتے ہو۔ اور جو بھی تمہارے تباہ کرنے کے لئے اٹھے۔ وہ خواہ کسقدر طاقتور حریف کیوں نہ ہو۔ اسے خدا تعالیٰ کے فضل سے اور جائز ذرائع سے تم مٹا سکتے ہو۔ کیونکہ تمہارے مٹانے کی خواہش کرنے والا درحقیقت خدا تعالےٰ کے دین کو مٹانے کی خواہش کرتا ہے۔ (اس پر زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ خطبہ میں ایسے نعرے لگانا جائز نہیں) اس چیلنج کو ہم نے قبول کرنا ہے۔ میں نے شروع میں اس چیلنج کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور اسے

ایک احمقانہ چیلنج

سمجھا تھا۔ مگر ان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پھر قادیان آکر بھی انہوں نے اسی چیلنج کو دہرایا ہے۔ ان کے جلسہ میں کہا گیا۔ کہ ۲۰ ہزار فرزندان توحید کا

ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر

اس طرف ڈی۔ اے دی سکول اور اس طرف منارۃ المسیح سے ٹکرا رہا تھا۔ اس بیان میں جو صداقت ہے۔ اسے وہ بھی خوب جانتے ہیں۔ ہم بھی اور پولیس بھی اچھی طرح جانتی ہے۔ اگر یہ سمندر منارۃ المسیح کو ٹکرا رہا تھا۔ تو رستہ میں جو ہندوؤں کا محلہ پڑتا ہے۔ وہ تباہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور ان کی طرف سے ان پر نالشیں ہو جانی چاہیئے تھیں۔ لیکن ان لوگوں کو تو

مبالغہ آرائی اور جھوٹ

سے کام ہے ۔

پس جبکہ حکومت پنجاب کے بعض افراد نے سلسلہ کی ہتک کی ہے۔ احرار کا بھی چیلنج موجود ہے۔ اور آپ لوگوں کا کام ہے۔ کہ

ہتک کا بھی ازالہ

کریں۔ اور چیلنج کا بھی جواب دیں۔ اور ان دونوں باتوں کے لئے جو بھی قربانیاں کرنی پڑیں۔ کریں۔ اس کیلئے میں آپ لوگوں سے ایسی بھی

قربانیوں کا مطالبہ

کرونگا جنکا پہلے مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اور ممکن ہے۔ پہلے وہ معمولی نظر آئیں۔ مگر بعد میں بڑھتی جائیں۔ اس لئے دنیا کے ہر گوشہ کے احمدی اس کے لئے تیار رہیں۔ اور جب آواز آئے۔ تو فوراً لبیک کہیں۔ ممکن ہے۔ میری دعوت پہلے اختیاری ہو۔ یعنی جو چاہے شامل ہو۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ جسقدر میرا مطالبہ ہو گا۔ اس سے کم طاقت خرچ نہ ہو گی۔ اور

جماعت کا ہر شخص قربانی کیلئے تیار

رہے گا ۔

غرض دو فرمانبرداریاں ہیں۔ جنکا میں مطالبہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو ساری دنیا کو متحد کرنے والی ہے۔ اور دوسری وقتی اور حالات کے مطابق بدلتی رہنے والی ہے۔ پہلی فرمانبرداری میری ہے۔ جو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے ماتحت ہے۔ کیونکہ میں صرف ہندوستان کے لوگوں کا ہی خلیفہ نہیں۔ میں خلیفہ ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔ اور اس لئے خلیفہ ہوں افغانستان کے لوگوں کے لئے عرب۔ ایران چین۔ جاپان۔ یورپ امریکہ افریقہ سماٹرا۔ جاوا اور خود انگلستان کے لئے غرضیکہ

کل جہان کے لوگوں کے لئے میں خلیفہ ہوں

اس بارے میں اہل انگلستان بھی میرے تابع ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں۔ جس پر میری

مذہبی حکومت

نہیں۔ سب کے لئے یہی حکم ہے۔ کہ میری بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہوں۔ لیکن دوسرا حکم وقتی ہے۔ اور حالات کے ماتحت بدلتا رہتا ہے۔ آج یہاں

انگریزوں کی حکومت

ہے۔ اور ہم اس کے وفادار ہیں۔ لیکن کل یہ بدل گئی۔ تو ہم اس نئی حکومت کے وفادار ہونگے۔ اس کے بالمقابل خلافت نہیں بدل سکتی۔ اسوقت میں خلیفہ ہوں۔ اور میری موت سے پہلے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور

تمام دنیا کے احمدیوں کیلئے

میری ہی اطاعت فرض ہے۔ ہندوستانیوں پر بھی میری اطاعت ویسی ہی فرض ہے۔ جیسے اہل ایران۔ یا اہل امریکہ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک کے رہنے والوں پر لیکن ان کے لئے

انگریزوں کی اطاعت

فرض نہیں۔ اہل افغانستان پر میری اطاعت فرض ہے۔ مگر انگریزوں کی نہیں۔ بلکہ انکی جگہ اپنی حکومت کی اطاعت فرض ہے اسی طرح اہل امریکہ پر میری اطاعت فرض ہے۔ مگر انگریزوں کی نہیں اس اطاعت میں احمدی متفرق ہیں۔ لیکن میری اطاعت پر سب متفق ہیں افغان۔ ایرانی۔ ڈچ۔ شامی۔ مصری۔ وغیرہ اپنے اپنے ہاں کی حکومتوں کے مطیع ہیں۔ مگر وہ مرکزی نقطہ جس پر سب متفق ہیں۔ وہ میری اطاعت ہے۔ اس میں جو تفرقہ کرتا ہے۔ وہ فاسق ہے۔ اور جماعت کا ممبر نہیں

جہاں میں آپ لوگوں کو اس بات کی ہدایت کرتا ہوں۔ کہ کسی جوش کی حالت میں آپ میں سے کوئی بھی

قانون شکنی

کیطرف توجہ نہ کرے۔ وہاں حکومت کو بھی اس نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے افسران کو شرافت اور اخلاق کی تعلیم دے۔ ہمارا گذشتہ تجربہ بتاتا ہے۔ کہ بعض افسران نے نہایت ہی برا نمونہ دکھایا جس کے متعلق میں بعد میں ذکر کرونگا۔ لیکن فی الحال صرف یہ کہنا چاہتا کہ یہ ہماری طرف سے مطالبہ نہیں۔ کہ کوئی نفس پرستی کی وجہ سے کہہ دے۔ کہ رعایا ہو کر تمہارا کیا حق ہے۔ کہ مطالبہ کرو۔ اول تو حکومت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ رعایا کو مطالبات کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر اسکو جانے بھی دیا جائے تو میں کہوں گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ میرا مطالبہ نہیں۔ بلکہ سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا نے اور وائسرائے ہند۔ لارڈ چیمسفورڈ نے جو شتر کہ رپورٹ کی تھی۔ اس میں آئی۔ سی۔ ایس والوں سے درخواست کی تھی۔ کہ وہ اپنے اخلاق درست رکھیں۔ اور پبلک سے

ہتک آمیز سلوک

نہ روا رکھا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو حکومت کو کمزور کرنے والے ہونگے۔ پس یہ وہ مطالبہ ہے۔ جو ان کے افسران بالا نے ان سے کیا ہے۔ جو ان کی

ملازمت کی ضروری شرط

ہے۔ جسے اگر وہ پورا نہیں کرتے۔ تو خائن اور بددیانت ہیں۔ اب پہلے میں وہ حالات بیان کرتا ہوں۔ جو اس خطبہ کا اصل باعث ہیں۔ باہر کی جماعتوں کو ابھی تک کچھ حال معلوم نہیں۔ کیونکہ ہم نے پوری کوشش کی ہے۔ کہ طبائع میں جوش پیدا نہ ہو۔ اور اس لئے ابھی تک کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ اب میں ایسی ترتیب کے ساتھ

تمام واقعات

اس طرح بیان کرتا ہوں۔ کہ جماعت کے افراد۔ دوسری پبلک اور حکومت سب آسانی سے سمجھ سکیں۔ اور جو نتائج میں ان سے نکالوں۔ انہیں بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔ میں کوشش کروں گا کہ

نہایت اطمینان کے ساتھ

اور بغیر کسی جوش کے سب واقعات دہرا دوں تا میں بھی غلطی میں نہ پڑوں۔ اور آپ لوگ بھی غلطی میں مبتلا نہ ہوں

سب سے پہلی بات

تو یہ ہے کہ اس جلسہ کی غرض کیا تھی۔ ہمیں پہلی شکایت یہ ہے۔ کہ جس رنگ میں یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ حکومت کا فرض تھا۔ کہ اسے روکتی۔ ہم سب سے زیادہ اس اصل کے قائل ہیں۔ کہ

ہر شخص کو تبلیغ کا حق

ہونا چاہیئے۔ بلکہ جو مضمون میری طرف سے آئندہ اصلاحات کے متعلق حکومت کے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بات وضاحت سے درج ہے کہ ہر شخص کو تبلیغ کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔ اس لئے میری طرف سے اس بات کا کہا جانا ناممکن ہے۔ کہ کیوں کسی کو

اپنے عقائد کی تبلیغ

کی اجازت دی گئی۔ اگر احرار یہاں تبلیغ کے لئے آتے تو میں ہرگز یہ امید نہ کرتا کہ حکومت انہیں روک دے کیونکہ اس صورت میں میں اپنے اقوال اور خیالات کی خود مخالفت کرنے والا ٹھیرتا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ

تبلیغی جلسہ نہ تھا

اور یہ ایسی واضح بات ہے۔ کہ گورنمنٹ کے لئے بھی اس کا سمجھنا مشکل نہ تھا۔ کیونکہ اس کا حکم تھا۔ اور اس نے ہم سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ کوئی احمدی ان کے جلسہ میں نہ جائے۔ اور تبلیغ ہمیشہ دوسرے کو کی جاتی ہے۔ اگر احمدیوں کو وہاں جانے کی ہی اجازت نہ تھی۔ تو تبلیغ کسے کرنی تھی

حکومت کا ہم سے یہ مطالبہ

کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ تبلیغی جلسہ نہ تھا۔ پھر جلسہ کی دوسری غرض تربیت ہوتی ہے۔ اور تربیت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑا عالم اس جگہ ہو۔ یا وہ اس تحریک کا مرکز ہو۔ لوگ ایک وقت میں یہاں جمع ہوں اور اکٹھے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور ایک مقررہ وقت پر آکر باتیں سن جائیں۔ جیسا کہ

ہمارا سالانہ جلسہ

ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ وقت۔ دوسرے ذمہ دار کارکن اور لیڈر ہوتے ہیں۔ جو جماعت کو اپنے اپنے خیالات تعلیمی سے مستفید کرتے ہیں۔ خلیفہ ساری جماعت تک نہیں پہنچ سکتا۔ علماء نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے ایک موقعہ پر سب لوگ آکر جمع ہو جاتے اور سن جاتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کا کوئی عالم نہ تھا۔ سننے والے اور سنانے والے سب باہر سے آتے تھے۔ اور اس صورت میں وہ زیادہ آسانی کے ساتھ

لاہور یا امرتسر

میں جلسہ کر سکتے تھے۔ لوگ یہاں امرتسر۔ لاہور۔ جالندھر وغیرہ شہروں سے آئے۔ بعض پشاور اور ملتان وغیرہ دور کے مقامات سے بھی محدود تعداد میں شریک ہوئے۔ لیکن یہاں وہ کس کی تقریریں سننے آئے تھے۔ ماموں کشمیری کی۔ نور کشمیری کی یا عزیز کشمیری کی۔ قادیان کا کونسا وہ باشندہ ہے۔ جس کی تقریریں سننے کے لئے آئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ صاحب امرتسر میں مولوی ظفر علی صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب لاہور میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانہ میں رہتے ہیں۔ انہیں لوگوں نے تقریریں کیں۔ اس لئے اس اجتماع کے لئے

بہترین جگہ

لاہور یا امرتسر ہو سکتی تھی۔ اگر وہاں جلسہ ہوتا۔ تو ۲۰-۲۵ ہزار لوگ بھی جمع ہو سکتے۔ اور اس طرح تعلیم و تربیت بھی اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ اور بہ نسبت قادیان کے رہائش اور طعام کا انتظام بھی بخوبی ہو سکتا تھا۔ پس سوال یہ ہے کہ جب تقریریں کرنے والے اور سننے والے دونوں باہر سے آئے۔ تو جلسہ یہاں کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ایک ایسی عام بات ہے۔ کہ حکومت اسے بخوبی سمجھ سکتی ہے۔ جس صورت میں

لیکچرار اور سامعین

دونوں باہر سے آتے۔ اور جس صورت میں کہ انتظام کا بھی مقامی لوگوں پر انحصار نہ تھا۔

اس جلسہ کی غرض

نہ تو تعلیمی ہو سکتی ہے نہ تبلیغی۔ اور گورنمنٹ نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کیوں کہ ہمیں وہاں جانے سے روک دیا گیا اور

سننے سنانے والے

دونوں باہر سے آتے۔ پس ان لوگوں کا یہاں آنا سوائے فساد کے کسی اور غرض سے نہیں ہو سکتا۔ ہم جو جلسے کرتے ہیں۔ وہ تبلیغی ہوتے ہیں۔ ہم کبھی یہ نہیں کہتے۔ کہ پولیس مقرر کرو۔ کوئی ہمارے تقریریں سننے نہ آئے۔ بلکہ

ہمارا ڈھنڈورہ

یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگو آؤ اور سنو اور سمجھو۔ لیکن

ان کا ڈھنڈورہ

یہ تھا۔ کہ ہرگز نہ آؤ۔ پس ہمارے جلسوں کے اغراض واضح ہیں۔ مگر ان کا یہ حال تھا۔ کہ ایک گاؤں ستکوہا کو

ایک احمدی نوجوان

جا رہا تھا۔ کیونکہ ستکوہا جانے کا وہی رستہ ہے۔ اس کی جیب میں دو اشتہار تھے۔ جنہیں دیکھ کر ان لوگوں نے جو قادیان فتح کرنے آئے تھے۔ شور مچا دیا۔ کہ یہ ٹریکٹ تقسیم کر رہا ہے۔ فرض کرو وہ شخص ٹریکٹ ہی تقسیم کرنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن اگر ان کی غرض تبلیغ ہوتی تو وہ اس پر اس قدر شور نہ مچاتے۔ بلکہ خوش ہوتے کہ ایک آدمی آگیا ہے۔ جسے ہم تبلیغ کر سکیں گے۔ مگر انہوں نے تو شور مچا دیا۔ کہ کیوں آیا ہے۔ اسی طرح

گورنمنٹ کا حکم

تھا۔ اور اعلان تھا۔ کہ وہ لوگ احمدیوں کے محلوں میں نہ آئیں۔ لیکن ہماری طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ تھا۔ وہ لوگ برابر آتے رہے۔ اور ہمارے سب آدمی مقرر تھے۔ کہ آنے والوں کے ساتھ پھریں۔ انہیں اپنے ادارات دکھائیں اور حسب موقع تبلیغ بھی کریں۔ پس یہ صاف ثابت ہے۔ کہ ان کا یہ جلسہ نہ تو تبلیغی تھا۔ نہ تعلیمی۔ صرف فساد کیلئے تھا۔ اور ان حالات میں کیا

گورنمنٹ کا فرض

نہ تھا۔ کہ اسے روکتی۔

موضع معین الدین پور

ضلع گجرات میں حکومت نے ہمارا جلسہ روک دیا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ میرا مطالبہ نہیں۔ بلکہ سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا نے اور وائسرائے ہند۔ لارڈ چیمسفورڈ نے جو مشترکہ رپورٹ کی تھی۔ اس میں آئی۔ سی۔ ایس والوں سے درخواست کی تھی۔ کہ وہ اپنے اخلاق درست رکھیں۔ اور پبلک سے

ہتک آمیز سلوک

نہ روا رکھا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو حکومت کو کمزور کرنے والے ہونگے۔ پس یہ وہ مطالبہ ہے۔ جو ان کے افسران بالا نے ان سے کیا ہے۔ جو ان کی

ملازمت کی ضروری شرط

ہے۔ جسے اگر وہ پورا نہیں کرتے۔ تو خائن اور بددیانت ہیں

اب پہلے میں وہ حالات بیان کرتا ہوں۔ جو اس خطبہ کا اصل باعث ہیں۔ باہر کی جماعتوں کو ابھی تک کچھ حال معلوم نہیں۔ کیونکہ ہم نے پوری کوشش کی ہے۔ کہ طبائع میں جوش پیدا نہ ہو۔ اور اس لئے ابھی تک کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ اب میں ایسی ترتیب کے ساتھ

تمام واقعات

اس طرح بیان کرتا ہوں۔ کہ جماعت کے افراد۔ دوسری پبلک اور حکومت سب آسانی سے سمجھ سکیں۔ اور جو نتائج میں ان سے نکالوں۔ انہیں بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ

نہایت اطمینان کے ساتھ

اور بغیر کسی جوش کے سب واقعات دہراؤں تا میں بھی غلطی میں نہ پڑوں۔ اور آپ لوگ بھی غلطی میں مبتلا نہ ہوں

سب سے پہلی بات

تو یہ ہے کہ اس جلسہ کی غرض کیا تھی۔ ہمیں پہلی شکایت یہ ہے۔ کہ جس رنگ میں یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ حکومت کا فرض تھا۔ کہ اسے روکتی۔ ہم سب سے زیادہ اس اصل کے قائل ہیں۔ کہ

ہر شخص کو تبلیغ کا حق

ہونا چاہیئے۔ بلکہ جو مضمون میری طرف سے آئندہ اصلاحات کے متعلق حکومت کے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بات وضاحت سے درج ہے کہ ہر شخص کو تبلیغ کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔ اس لئے میری طرف سے اس بات کا کہا جانا ناممکن ہے۔ کہ کیوں کسی کو

اپنے عقائد کی تبلیغ

کی اجازت دی گئی۔ اگر احرار یہاں تبلیغ کے لئے آتے تو میں ہرگز یہ امید نہ کرتا کہ حکومت انہیں روک دے کیونکہ اس صورت میں میں اپنے اقوال اور خیالات کی خود ہی تغلیط کرنے والا ٹھیرتا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ

تبلیغی جلسہ نہ تھا

اور یہ ایسی واضح بات ہے۔ کہ گورنمنٹ کے لئے بھی اس کا سمجھنا مشکل نہ تھا۔ کیونکہ اس کا حکم تھا۔ اور اس نے ہم سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ کوئی احمدی ان کے جلسہ میں نہ جائے۔ اور تبلیغ ہمیشہ دوسرے کو کی جاتی ہے۔ اگر احمدیوں کو وہاں جانے کی ہی اجازت نہ تھی۔ تو تبلیغ کسے کرنی تھی

حکومت کا ہم سے یہ مطالبہ

کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ تبلیغی جلسہ نہ تھا۔ پھر جلسہ کی دوسری غرض تربیت ہوتی ہے۔ تربیت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑا عالم اس جگہ ہو۔ یا وہ اس تحریک کا مرکز ہو۔ لوگ ایک وقت میں وہاں جمع ہوں اور اکٹھے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور ایک مقررہ وقت پر آکر باتیں سن جائیں۔ جیسا کہ

ہمارا سالانہ جلسہ

ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ وقت۔ دوسرے ذمہ دار کارکن اور لیڈر ہوتے ہیں۔ جو جماعت کو اپنے اپنے خیالات تعلیمی سے مستفید کرتے ہیں۔ خلیفہ ساری جماعت تک نہیں پہنچ سکتا۔ علماء نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے ایک موقعہ پر سب لوگ آکر جمع ہو جاتے اور سن جاتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کا کوئی عالم نہ تھا۔ سننے والے اور سنانے والے سب باہر سے آئے تھے۔ اور اس صورت میں وہ زیادہ آسانی کے ساتھ

لاہور یا امرتسر

میں جلسہ کر سکتے تھے۔ لوگ یہاں امرتسر۔ لاہور۔ جالندھر وغیرہ شہروں سے آئے۔ بعض پشاور اور ملتان وغیرہ دور کے مقامات سے بھی محدود تعداد میں شریک ہوئے۔ لیکن یہاں وہ کس کی تقریریں سننے آئے تھے۔ ماموں کشمیری کی۔ نور کشمیری کی یا عزیز کشمیری کی۔ قادیان کا کونسا وہ باشندہ ہے۔ جس کی تقریریں سننے کے لئے آئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ صاحب امرتسر میں مولوی ظفر علی صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب لاہور میں مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانہ میں رہتے ہیں۔ انہیں لوگوں نے تقریریں کیں۔ اس لئے اس اجتماع کے لئے

بہترین جگہ

لاہور یا امرتسر ہو سکتی تھی۔ اگر وہاں جلسہ ہوتا۔ تو ۲۰-۲۵ ہزار لوگ بھی جمع ہو سکتے۔ اور اس طرح تعلیم و تربیت بھی اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ اور بہ نسبت قادیان کے رہائش اور طعام کا انتظام بھی بخوبی ہو سکتا تھا۔ پس سوال یہ ہے کہ جب تقریریں کرنے والے اور سننے والے دونو باہر سے آئے۔ تو جلسہ یہاں کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ایک ایسی عام بات ہے۔ کہ حکومت اسے بخوبی سمجھ سکتی ہے جس صورت میں

لیکچرار اور سامعین

دونوں باہر سے آئے۔ اور جس صورت میں کہ انتظام کا بھی مقامی لوگوں پر انحصار نہ تھا۔

اس جلسہ کی غرض

نہ تو تعلیمی ہو سکتی ہے نہ تبلیغی۔ اور گورنمنٹ نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ ہمیں وہاں جانے سے روک دیا گیا اور

سننے سنانے والے

دونوں باہر سے آئے۔ پس ان لوگوں کا یہاں آنا سوائے فساد کے کسی اور غرض سے نہیں ہو سکتا۔ ہم جو جلسے کرتے ہیں۔ وہ تبلیغی ہوتے ہیں۔ ہم کبھی یہ نہیں کہتے۔ کہ پولیس مقرر کرو۔ کوئی ہمارے تقریریں سننے نہ آئے۔ بلکہ

ہمارا ڈھنڈورہ

یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگو آؤ اور سنو اور سمجھو۔ لیکن

ان کا ڈھنڈورہ

یہ تھا۔ کہ ہرگز نہ آؤ۔ پس ہمارے جلسوں کے اغراض واضح ہیں۔ مگر ان کا یہ حال تھا۔ کہ ایک گاؤں ستکوہا کو

ایک احمدی نوجوان

جا رہا تھا۔ کیونکہ ستکوہا جانے کا وہی رستہ ہے۔ اس کی جیب میں دو اشتہار تھے۔ جنہیں دیکھ کر ان لوگوں نے جو قادیان فتح کرنے آئے تھے۔ شور مچا دیا۔ کہ یہ ٹریکٹ تقسیم کر رہا ہے۔ فرض کر دو شخص ٹریکٹ ہی تقسیم کرنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن اگر ان کی غرض تبلیغ ہوتی تو وہ اس پر اس قدر نہ مچاتے۔ بلکہ خوش ہوتے کہ ایک آدمی آگیا ہے۔ جسے ہم تبلیغ کر سکیں گے۔ مگر انہوں نے تو شور مچا دیا۔ کہ کیوں آیا ہے۔ اسی طرح

گورنمنٹ کا حکم

تھا۔ اور اعلان تھا۔ کہ وہ لوگ احمدیوں کے محلوں میں نہ آئیں۔ لیکن ہماری طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ تھا۔ وہ برابر آتے رہے۔ اور ہمارے سب آدمی مقرر تھے۔ کہ آنے والوں کے ساتھ پھریں۔ انہیں اپنے ادارات دکھائیں اور حسب موقع تبلیغ بھی کریں۔ پس یہ صاف ثابت ہے۔ کہ ان کا یہ جلسہ نہ تبلیغی تھا۔ نہ تعلیمی۔ صرف فساد کیلئے تھا۔ اور ان حالات میں

گورنمنٹ کا فرض

نہ تھا۔ کہ اسے روکتی۔

موضع معین الدین پور

ضلع گجرات میں حکومت نے ہمارا جلسہ روک دیا تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور سب انسپکٹر پولیس نے یہاں تک کہا تھا۔ کہ اگر احمدی اس گاؤں میں داخل ہوئے۔ تو میں فائر کردوں گا۔ ہم نے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر ضلع کو اس کی اطلاع دی۔ بلکہ پنجاب گورنمنٹ کو بھی اطلاع دی۔ مگر کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور یہی جواب دیا جاتا رہا۔ کہ وہاں احمدی تھوڑے ہیں۔ اور دوسرے لوگ غالب ہیں۔ مگر یہاں احمدی غالب اور دوسرے لوگ تھوڑے تھے۔ احمدی یہاں

سات ہزار کے قریب

ہیں۔ اور دوسرے لوگ صرف سات آٹھ سو ہیں۔ پھر یہ لوگ مالک نہیں ہیں۔ ان کے گذاروں کا انحصار ہم پر ہے۔ ترقی بھی ہمارے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ تعلیمی انسٹی ٹیوشنز بھی یہاں ہماری ہی ہیں۔ غرضکہ جو فوقیت معین الدین پور میں دوسروں کو حاصل تھی۔ اس سے بہت بڑھ کر ہمیں یہاں حاصل ہے۔ پھر یہ

ہمارا مرکز

ہے۔ یہاں ہمارے مذہبی مقامات ہیں۔ مگر وہاں جلسہ کو روکنے کے متعلق ہم نے ڈپٹی کمشنر، سپرنٹنڈنٹ۔ پولیس بلکہ

پنجاب گورنمنٹ

کو توجہ دلائی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ یہی چیف سکرٹری اس وقت بھی تھے۔ مگر کسی نے کوئی حرکت نہیں کی۔ لیکن یہاں انہیں

انصاف اور نیوٹریلٹی

کی سوجھی۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ کیا کریں۔ کیونکر روکیں ہمیں تو انصاف کرنا چاہئیے۔ حکومت کے پاس رپورٹیں کی گئیں۔ کہ ان لوگوں نے اپنی تقریروں میں کہا۔ کہ ہم مینارہ کو گرا دیں گے۔ اور احمدی دیکھیں گے۔ کہ ان کے خلیفہ کی لاش خون میں لوٹتی ہوگی۔ اس تقریر کی نقل حکام کو بھجوا دی گئی تھی۔ قریباً ایک مہینہ ہوا۔ مگر حکومت کے عدل و انصاف میں کوئی حرکت نہیں پیدا ہوئی۔ کیا ہم نے بھی کہا تھا۔ کہ معین الدین پور کے پیروں کی لاشیں خون میں لوٹتی ہوئی نظر آئیں گی۔ پس حکومت نے اس جلسہ کی اجازت دے کر

بڑی سخت سیاسی غلطی

کی ہے۔ خیر جب ہم نے دیکھا۔ کہ حکومت کچھ نہیں کرتی۔ تو صدر انجمن احمدیہ نے ایک علیحدہ محکمہ بنا دیا۔ تاکہ وہ دیکھے۔ کہ یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں۔ اور مرزا شریف احمد صاحب کو

ناظم کار خاص

مقرر کیا گیا۔ اس دوران میں حکومت کو اطلاعات دی گئیں۔ حکام بالا کو بھی اور مقامی حکام کو بھی حالات سے واقف کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر

ہمارے اخبارات

اس بارے میں خاموش رہے۔ تاکہ جماعت میں شورش پیدا نہ ہو گورنمنٹ نے اقرار کیا ہے۔ اپنی اس چٹھی میں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ کہ اسے اطلاع تھی۔ کہ اس موقعہ پر

فساد کا بڑا خطرہ

ہے۔ ہمیں بھی باہر کے دوستوں سے چٹھیاں آرہی تھیں۔ کہ یہاں ایسے جلسے ہو رہے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بہت فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے ریکارڈ میں ایسی اطلاعات موجود ہیں۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے ہم نے اخبارات میں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ اور

اخبار الفضل

نیز دوسرے اخبارات کے فائل گواہ ہیں۔ کہ اس کے متعلق ہماری طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ اور اس جلسہ کے لئے جماعت کو کوئی تحریک نہیں کی گئی۔ بلکہ مجھ سے پوچھا گیا۔ تو میں نے یہی جواب دیا۔ کہ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ شورش ہی اس کے متعلق ہمارے دوستوں پر اتنا اثر تھا۔ کہ اخبار الفضل نے بعض وہ باتیں جو حکام کے خلاف لکھی جانی چاہیئے تھیں۔ وہ بھی نہیں لکھیں۔ اور اس پر میں نے ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔ غرضکہ میں یہی کہتا رہا۔ کہ ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باہر سے لوگ

گھبراہٹ میں

خطوط لکھتے تھے۔ کہ یہاں شورش بہت زیادہ ہے۔ مگر الفضل میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہم حیران ہیں۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر ایسے دوستوں کو یہی جواب دیا جاتا رہا۔ کہ آپ لوگ

صبر سے کام لیں

اور ہم پر اعتبار کریں۔ کہ سلسلہ کی حفاظت کے لئے جو کچھ ہم کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں۔ غرضکہ

ایک لمبا عرصہ

ہماری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اور نہ حکومت نے ہمیں کوئی اطلاع دی۔ حتیٰ کہ ستمبر میں

ایک واقعہ

ہوا۔ جسکا یہاں بیان کر دینا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امور عامہ کو جو ان دنوں شملہ میں تھے۔

کمشنر لاہور ڈویژن

کی طرف سے کہ وہ بھی وہیں تھے۔ چٹھی ملی۔ کہ میں نے ایک ضروری بات کہنی ہے۔ آپ کسی وقت مجھے آکر ملیں۔ اس کے جواب میں خانصاحب ۱۰ ستمبر کو ان سے جا کر ملے۔ اور کمشنر صاحب نے ان سے بعض باتیں کیں۔ جن کی تفصیل خانصاحب نے اسی روز لکھ کر مجھے بھیج دی۔ وہ مفصل چٹھی اب بھی موجود ہے۔ اس میں خانصاحب نے لکھا ہے۔ کہ آج کمشنر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور

احراریوں کے جلسہ کے متعلق گفتگو

ہوئی۔ اور انہوں نے خواہش کی۔ کہ اس موقعہ پر احمدیوں کی طرف سے کوئی بات نہ ہو۔ جس سے اشتعال پیدا ہو۔ خانصاحب نے کہا۔ کہ آپ مطمئن رہیں۔ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات ہرگز نہ ہوگی۔ لیکن اگر ہم

خود حفاظتی کی تدابیر

کریں۔ تو اس پر غالباً آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس ملاقات کی تفصیلی رپورٹ خانصاحب نے مجھے بھجوائی۔ جو موجود ہے۔ اور اس میں ایک لفظ بھی نہیں۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہو۔ کہ کمشنر صاحب نے باہر سے

احمدیوں کو بلانے کی ممانعت

کی تھی۔ اور چونکہ خانصاحب نے اسی دن یہ رپورٹ لکھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اتنی اہم بات کو اسقدر جلد نہ بھول سکتے تھے۔ اگر کمشنر صاحب نے اسی بات کے لئے ان کو بلایا ہوتا۔ تو کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ اور اور باتیں تو لکھ دیتے۔ مگر وہ بات جو ملاقات کی اصل غرض تھی۔ اسے بھول جاتے۔ پھر کچھ روز بعد تو بھول جانا ممکن ہے۔ مگر اسی روز بھول جانا بالکل عقل کے خلاف ہے۔ مجھے اس تفصیل کو بیان کرنے کی اس لئے ضرورت ہوئی ہے۔ کہ ۱۸ تاریخ کو

کمشنر صاحب

یہاں آئے تھے۔ اور انہوں نے جماعت کے نمائندوں سے شکایت کی تھی۔ کہ جب میں نے بالوضاحت خانصاحب کو باہر سے آدمی بلوانے سے روک دیا تھا۔ تو پھر آپ نے کیوں آدمی بلوائے۔ خان صاحب نے اسی وقت ان سے کہہ دیا۔ کہ میں آپ سے اختلاف پر مجبور ہوں۔ نہ میں نے آپ سے کہا تھا۔ کہ ہم آدمی بلوائیں گے۔ اور نہ آپ نے منع کیا تھا آپ نے شورش والے افعال سے اجتناب کی نصیحت کی۔ اور میں نے خود حفاظتی کی تدابیر کی اجازت لی۔ خود حفاظتی سے میرا منشاء باہر سے آدمی بلانے کا تھا۔ مگر میں نے اس کی تشریح نہیں کی تھی۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ ہاں اجازت بھی نہ دی تھی۔ کیونکہ اس کا ذکر ہی نہیں آیا۔ چونکہ باوجود کمشنر صاحب کے یاد دلانے کے خان صاحب کا حافظہ اب بھی ان کے

خط کی رپورٹ

کی ہی تائید کرتا ہے۔ اور ادھر کمشنر صاحب بھی مصر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔

غلط فہمی

اس سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ کمشنر صاحب نے صرف یہ کہا۔

اور سب انسپکٹر پولیس نے یہاں تک کہا تھا۔ کہ اگر احمدی اس گاؤں میں داخل ہوئے۔ تو میں فائر کر دوں گا۔ ہم نے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر ضلع کو اس کی اطلاع دی۔ بلکہ پنجاب گورنمنٹ کو بھی اطلاع دی۔ مگر کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور یہی جواب دیا جاتا رہا۔ کہ وہاں احمدی تھوڑے ہیں۔ اور دوسرے لوگ غالب ہیں۔ مگر یہاں احمدی غالب اور دوسرے لوگ تھوڑے تھے۔ احمدی یہاں

سات ہزار کے قریب

ہیں۔ اور دوسرے لوگ صرف سات آٹھ سو ہیں۔ پھر یہ لوگ مالک نہیں ہیں۔ ان کے گذاروں کا انحصار ہم پر ہے۔ ترقی بھی ہمارے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ تعلیمی انسٹی ٹیوشنز بھی یہاں ہماری ہی ہیں۔ غرضیکہ جو فوقیت معین الدین پور میں دوسروں کو حاصل تھی۔ اس سے بہت بڑھ کر ہمیں یہاں حاصل ہے۔ پھر یہ

ہمارا مرکز

ہے۔ یہاں ہمارے مذہبی مقامات ہیں۔ مگر وہاں جلسہ کو روکنے کے متعلق ہم نے ڈپٹی کمشنر۔ سپرنٹنڈنٹ۔ پولیس بلکہ

پنجاب گورنمنٹ

کو توجہ دلائی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ یہی چیف سکرٹری اس وقت بھی تھے۔ مگر کسی نے کوئی حرکت نہیں کی۔ لیکن یہاں انہیں

انصاف اور نیوٹریلٹی

کی سوجھی۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ کیا کریں۔ کیونکر روکیں۔ ہمیں تو انصاف کرنا چاہیئے۔ حکومت کے پاس رپورٹیں کی گئیں۔ کہ ان لوگوں نے اپنی تقریروں میں کہا۔ کہ ہم منارہ کو گرا دیں گے۔ اور احمدی دیکھیں گے۔ کہ ان کے خلیفہ کی لاش خون میں لوٹتی ہوگی۔ اس تقریر کی نقل حکام کو بھجوا دی گئی تھی۔ قریباً ایک مہینہ ہوا۔ مگر حکومت کے عدل و انصاف میں کوئی حرکت نہیں پیدا ہوئی۔ کیا ہم نے بھی کہا تھا۔ کہ معین الدین پور کے سیدوں کی لاشیں خون میں لوٹتی ہوئی نظر آئیں گی۔ پس حکومت نے اس جلسہ کی اجازت دے کر

بڑی سخت سیاسی غلطی

کی ہے۔ خیر جب ہم نے دیکھا۔ کہ حکومت کچھ نہیں کرتی۔ تو صدر انجمن احمدیہ نے ایک علیحدہ محکمہ بنا دیا۔ تاکہ وہ دیکھے۔ کہ یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں۔ اور مرزا شریف احمد صاحب کو

ناظم کار خاص

مقرر کیا گیا۔ اس دوران میں حکومت کو اطلاعات دی گئیں۔ حکام بالا کو بھی اور مقامی حکام کو بھی حالات سے واقف کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر

ہمارے اخبارات

اس بارے میں خاموش رہے۔ تاکہ جماعت میں شورش پیدا نہ ہو گورنمنٹ نے اقرار کیا ہے۔ اپنی اس چٹھی میں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ کہ اسے اطلاع تھی۔ کہ اس موقعہ پر

فساد کا بڑا خطرہ

ہے۔ ہمیں بھی باہر کے دوستوں سے چٹھیاں آ رہی تھیں۔ کہ یہاں ایسے جلسے ہو رہے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بہت فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے ریکارڈ میں ایسی اطلاعات موجود ہیں۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے ہم نے اخبارات میں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ اور

اخبار الفضل

نیز دوسرے اخبارات کے فائل گواہ ہیں۔ کہ اس کے متعلق ہماری طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ اور اس جلسہ کے لئے جماعت کو کوئی تحریک نہیں کی گئی۔ بلکہ مجھ سے پوچھا گیا۔ تو میں نے یہی جواب دیا۔ کہ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ شورش کریں۔ اس کے متعلق ہمارے دوستوں پر اتنا اثر تھا۔ کہ اخبار الفضل نے بعض وہ باتیں جو حکام کے خلاف لکھی جانی چاہیئے تھیں۔ وہ بھی نہیں لکھیں۔ اور اس پر میں نے ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔ غرضیکہ میں یہی کہتا رہا۔ کہ ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باہر سے لوگ

گھبراہٹ میں

خطوط لکھتے تھے۔ کہ یہاں شورش بہت زیادہ ہے۔ مگر الفضل میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہم حیران ہیں۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر ایسے دوستوں کو یہی جواب دیا جاتا رہا۔ کہ آپ لوگ

صبر سے کام لیں

اور ہم پر اعتبار کریں۔ کہ سلسلہ کی حفاظت کے لئے جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ ٹھیک کر رہے ہیں۔ غرضیکہ

ایک لمبا عرصہ

ہماری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اور نہ حکومت نے ہمیں کوئی اطلاع دی۔ حتیٰ کہ ستمبر میں

ایک واقعہ

ہوا۔ جسکا یہاں بیان کر دینا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امور عامہ کو جو ان دنوں شملہ میں تھے۔

کمشنر لاہور ڈویژن

کی طرف سے کہ وہ بھی وہیں تھے۔ چٹھی ملی۔ کہ میں نے ایک ضروری بات کہنی ہے۔ آپ کسی وقت مجھے آکر ملیں۔ اس کے جواب میں خانصاحب ۱۰ ستمبر کو ان سے جا کر ملے۔ اور کمشنر صاحب نے ان سے بعض باتیں کیں۔ جن کی تفصیل خانصاحب نے اسی روز لکھ کر مجھے بھیج دی۔ وہ مفصل چٹھی اب بھی موجود ہے۔ اس میں خانصاحب نے لکھا ہے۔ کہ آج کمشنر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور

احراریوں کے جلسہ کے متعلق گفتگو

ہوئی۔ اور انہوں نے خواہش کی۔ کہ اس موقع پر احمدیوں کی طرف سے کوئی بات نہ ہو جس سے اشتعال پیدا ہو۔ خانصاحب نے کہا۔ کہ آپ مطمئن رہیں۔ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات ہرگز نہ ہوگی۔ لیکن اگر ہم

خود حفاظتی کی تدابیر

کریں۔ تو اس پر غالباً آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس ملاقات کی تفصیلی رپورٹ خانصاحب نے مجھے بھجوائی۔ جو موجود ہے۔ اور اس میں ایک لفظ بھی نہیں۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہو۔ کہ کمشنر صاحب نے باہر سے

احمدیوں کو بلانے کی ممانعت

کی تھی۔ اور چونکہ خانصاحب نے اسی دن یہ رپورٹ لکھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اتنی اہم بات کو اسقدر جلد نہ بھول سکتے تھے۔ اگر کمشنر صاحب نے اسی بات کے لئے ان کو بلایا ہوتا۔ تو کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ اور اور باتیں تو لکھدیتے۔ مگر وہ بات جو ملاقات کی اصل غرض تھی۔ اسے بھول جاتے۔ پھر کچھ روز بعد تو بھول جانا ممکن ہے۔ مگر اسی روز بھول جانا بالکل عقل کے خلاف ہے۔ مجھے اس تفصیل کو بیان کرنے کی اس لئے ضرورت ہوئی ہے۔ کہ ۱۸ تاریخ کو

کمشنر صاحب

یہاں آئے تھے۔ اور انہوں نے جماعت کے نمائندوں سے شکایت کی تھی۔ کہ جب میں نے بالوضاحت خانصاحب کو باہر سے آدمی بلوانے سے روک دیا تھا۔ تو پھر آپ نے کیوں آدمی بلوائے۔ خان صاحب نے اسی وقت کہہ دیا۔ کہ میں آپ سے اختلاف پر مجبور ہوں۔ میں نے کہا تھا۔ کہ ہم آدمی بلوائیں گے۔ اور نہ آپ نے منع کیا۔ آپ نے شورش والے افعال سے اجتناب کی نصیحت کی۔ اور میں نے خود حفاظتی کی تدابیر کی اجازت لی۔ خود حفاظتی سے میرا منشاء باہر سے آدمی بلانے کا تھا۔ گو میں نے اس کی تشریح نہیں کی تھی۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ ہاں اجازت بھی نہ دی تھی۔ کیونکہ اس کا ذکر ہی نہیں آیا۔ چونکہ باوجود کمشنر صاحب کے یاد دلانے کے خان صاحب کا حافظہ اب بھی ان کے

خط کی رپورٹ

کی ہی تائید کرتا ہے۔ اور ادھر کمشنر صاحب بھی مصر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔

غلط فہمی

اس سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ کمشنر صاحب نے صرف یہ کہا۔

کہ اشتعال نہ پیدا ہو۔ اور دل میں اس کا مفہوم یہ سمجھا کہ باہر سے آدمی نہ بلوائے جائیں۔ اور خانصاحب نے خود حفاظتی کی اجازت کے ماتحت یہ سمجھا۔ کہ بے شک باہر سے آدمی بلوائے جائیں۔ یہ گفتگو گول مول ہوئی۔ اور وضاحت کسی نے بھی نہ کی۔ میرے نزدیک آئندہ

ہمارے آدمیوں کو احتیاط کرنی چاہیئے

کہ ایسی گول مول گفتگو کبھی نہ کریں۔ اگر خانصاحب کو پہلے کبھی ایسے ہاتھ لگے ہُوئے ہوتے۔ تو وُہ کمشنر صاحب سے کہتے۔ کہ آپ مجھے ایک لسٹ لکھوا دیں۔ کہ ہمیں کیا کیا نہ کرنا چاہیئے۔ میں وُہ لسٹ مرکز میں بھجوا دُوں گا۔ اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ حکومت کے ساتھ جماعت کی طرف سے

پُورا پُورا تعاون

کیا جائے گا۔ بالکل ممکن ہے کہ اگر اس وقت تفصیل لکھوا لی جاتی۔ تو اس میں یہ بات نہ ہوتی۔ یا اگر ہوتی۔ تو ہمیں دھوکا نہ لگتا۔ بہر حال یہ غلط فہمی ہوئی۔ اور اس میں بھی

حکومت کی غلطی

ہے۔ کیونکہ جب وُہ ہم سے استمداد چاہتی ہے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ کھول کر بتاتی۔ کہ وُہ کیا چاہتی ہے:۔

غرض حالات اسی طرح قائم رہے۔ اور ۱۵- اکتوبر تک نہ تو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے۔ اور نہ لوکل حکام کی طرف سے ہمیں کوئی اطلاع یا ہدایت موصول ہُوئی۔ ۱۵ر اکتوبر کے قریب مجھے بہت سے ایسے خطوط موصول ہُوئے۔ جن میں ذکر تھا۔ کہ فساد کا اس موقعہ پر

بہت خطرہ

ہے۔ اس پر بارہ بجے کے قریب میں نے پرائیویٹ سکرٹری کو بُلا کر ہدایت کی۔ کہ ناظم کارِ خاص کو اطلاع کر دیں۔ کہ جلسہ احرار کے موقعہ پر

خود حفاظتی کے طور پر

دو اڑھائی ہزار آدمی بلوائیں۔ جو صرف ضلع گورداسپور کے ہوں۔ یہ ہدایت ساڑھے بارہ بجے ناظم صاحب کارِ خاص کو ملی اسکے بعد میں نماز کیلئے چلا گیا۔ نماز کے بعد کچھ لوگ ملاقات کیلئے آگئے۔ اس کے بعد تین بجے کے قریب پرائیویٹ سکرٹری نے اطلاع دی۔ کہ

مرزا معراج الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی

لاہور کسی کام سے یہاں آئے تھے۔ اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں مرزا صاحب مجھ سے ۱۷ء سے ملنے والے ہیں۔ وُہ دو دفعہ یہاں آچکے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آئے تھے۔ اور آپ کے ساتھ نماز بھی ادا کی تھی۔ اس وقت آپ بچے تھے۔ ایک دفعہ بعد میں بھی آئے ہیں۔ اور لاہور میں بھی مجھ سے کئی دفعہ مل چکے ہیں۔ ان کی طرف سے جب

ملاقات کی خواہش

کی گئی۔ تو میں نے بڑی خوشی سے کہا۔ کہ تشریف لے آئیں اور چونکہ میں نے سُنا تھا۔ کہ مجسٹریٹ علاقہ بھی ساتھ ہیں۔ میں نے ناظم صاحب کارِ خاص کو بھی بلوا بھیجا۔ کہ کوئی بات ریکارڈ کے متعلق پیش ہو۔ تو وُہ بتا سکیں۔ بلکہ میں نے میرزا شریف احمد صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ وُہ مرزا معراج الدین صاحب کو ساتھ لے آئیں۔ خیر وُہ آئے۔ اور میں نے دریافت کیا۔ کہ آپ کیسے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں سرکاری کام سے گورداسپور آیا تھا۔ اور وہاں سے خیال آیا۔ کہ قادیان بھی ہوتا جاؤں ان سے گفتگو شروع ہو گئی۔ اور خود بخود ہی باتیں

احراریوں کی شورش

کے موضوع کی طرف آگئیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ مُجھ سے کس حیثیت سے گفتگو کر رہے ہیں۔

سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی

کی حیثیت سے یا مرزا معراج الدین کی حیثیت سے انہوں نے یقین دلایا۔ کہ نہیں میں تو

ذاتی حیثیت سے

ملنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہا۔ کہ جب گورداسپور میں آپ کا تعلق نہیں۔ تو یہاں کیسے آئے تھے انہوں نے کہا۔ کہ مرکز کو علاقہ کی فکر بہر حال ہوتی ہے۔ اور میں دریافت حالات کے لئے آیا تھا۔ پھر ان سے بے تکلفی سے گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے بھی وضاحت سے اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کر دیئے۔ اور وُہ بھی دوستانہ رنگ میں مفید مشورے دیتے رہے۔ کیونکہ وُہ سی۔ آئی۔ ڈی کے پرانے افسر ہیں۔ اور لمبا تجربہ رکھتے ہیں۔

گفتگو کے دوران میں

میں نے اس شبہ کا اظہار کیا۔ کہ حکومت کی طرف سے ہماری مخالفت کی جا رہی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ میں آپ کو اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں حکومت بالکل نیوٹرل ہے۔ وُہ قطعاً آپ کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی احرار کے خلاف ہے۔

گورداسپور کے حکام

کے متعلق میں نہیں جانتا۔ ان کے متعلق آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں لیکن اپنے فرائضِ منصبی کے لحاظ سے مجھے چونکہ ہر وقت

پنجاب گورنمنٹ

سے تعلق ہے۔ اس لئے میں اس کی نسبت آپ کو یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ حکومت پنجاب کے صاف اور واضح احکام ہیں کہ اس جھگڑے میں ہر گز کسی فریق کی طرفداری نہیں کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا۔ کہ یہاں تو یہ نہیں ہو رہا۔ بلکہ

حکام کا ایک حصّہ

احرار کی طرف داری کر رہا ہے۔ اس موقعہ پر پھر میں نے ہنس کر پوچھا۔ کہ کیا آپ سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی کے طور پر تو گفتگو نہیں کر رہے۔ انہوں نے پھر اس سے انکار کیا اور کہا۔ کہ میں جیسا کہ بتا چکا ہوں۔ پرائیویٹ حیثیت میں بات چیت کر رہا ہوں۔ اس پر میں نے

مقامی حکام کے متعلق

اپنے شبہات تفصیل سے بیان کئے۔ اور بعض واقعات کا بھی ذکر کیا۔ اور میرا آخری فقرہ یہ تھا۔ کہ ہم پر تو یہ اثر ہے۔ کہ اس وقت اس علاقہ میں

احرار کی حکومت

ہے۔ ان کے جھوٹ کو بھی سچ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہمارے آدمیوں کے سچ کو بھی جھوٹ قرار دیا جاتا ہے۔ آپ حکومت کو نیوٹرل بتاتے ہیں۔ کاش وُہ نیوٹرل ہوتی۔ لیکن وُہ تو احرار کی مدد کر رہی ہے۔ اسے یا تو نیوٹرل رہنا چاہیئے۔ اور یا پھر ہمیں

احراریوں کے رحم پر

چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہیئے۔ یہ کیا طریق ہے۔ کہ ایک طرف تو وُہ ہمارے ہاتھ باندھتی ہے۔ اور دُوسری طرف ان کو سر پر چڑھاتی ہے۔ اور ہمیں

قانون میں جکڑ کر

ان کے آگے پھینکتی ہے اگر وُہ نیوٹرل نہیں رہ سکتی۔ تو بے شک ان کے رحم پر ہمیں چھوڑ دے۔ اور اگر احراری ہم سب کو بھی قتل کر دیں گے۔ تو ہم کبھی

حکومت کا شکوہ

نہیں کریں گے۔ اس پر وُہ مسکرائے۔ اور کہا۔ کہ میں خود

اس مضمون کی طرف

آنا چاہتا تھا۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے باہر سے کچھ آدمی بلوائے ہیں۔ اور ایک ایسی تحریر ضلع میں مجھے دکھائی یا شاید کہا۔ کہ بتائی گئی ہے۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ میں نے ایسی ہدایت آج بارہ بجے جاری کی ہے۔ آپ تک یہ کیسے پہونچ گئی۔ میں نے میرزا شریف احمد صاحب سے کہا۔ کہ آپ کے پاس

میری ہدایت

پہونچی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں پہونچی ہے۔ میں نے کہا ابھی منگوائیں۔ وُہ ان کی جیب میں ہی تھی۔ انہوں نے جھٹ نکال کر دکھا دی۔ اس پر تاریخ اور وصُول کا وقت درج تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ جب آپ کی طرف سے کوئی ایسی تحریر گئی نہیں۔ تو

حکام ضلع

نے کس طرح کہا۔ کہ ایسی کوئی تحریر باہر گئی ہے۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ اگر میں اپنے طور پر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر سے مل کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پولیس کا کافی اور خاطر خواہ انتظام

کرادوں۔ تو کیا پھر بھی آپ کو باہر سے آدمی بلانے کی ضرورت ہوگی۔ میں نے کہا یہاں کی

مقامی پولیس

کو تو میں احراریوں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ ان لوگوں کا تو یہ حال ہے۔ کہ اگر ہم میں سے کسی کو احراری قتل بھی کردیں تو یہ یہی کہیں گے۔ کہ ان کے پچاس آدمی احرار پر حملہ آور ہوئے تھے اور انہوں نے خود حفاظتی کے طور پر قتل کردیا ہے۔ اور اس طرح ہمارے ہی آدمیوں کو گرفتار کریں گے انہوں نے کہا۔ کہ اگر

انگریز سپرنٹنڈنٹ

ہر وقت یہاں رہے کیا پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں اگر انگریز افسر مقرر ہو جائیں۔ تو پھر ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ انتظام کرانے کی کوشش کرونگا۔ کہ

انگریز افسر

یہاں رہے اور اس کے ساتھ آپ کا ایک آدمی رہے۔ آپ مرزا شریف احمد صاحب کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ میں D. C اور S. P سے بات چیت کرلوں اور پھر اگر وہ اس تجویز کو منظور کرلیں۔ تو آپ یہ حکم جاری نہ کریں۔ میں نے مرزا شریف احمد صاحب کو ان کے ساتھ جانے کی ہدایت کردی۔ اور یہ باتیں کرکے وہ چلے گئے۔ شام کے وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ مرزا شریف احمد صاحب کے مکان پر کوئی میٹنگ ہے۔ جس میں وہ بھی شامل ہیں۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ صبح میں نے فیروز پور جانا تھا اس لئے سویرے ہی میں نے ان کو بلوا بھیجا۔ کہ وہ کیوں مرزا معراج الدین صاحب کے ساتھ نہیں گئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ مرزا صاحب کو دیر ہوگئی تھی۔ (دراصل وہ میرے پاس سے ہی دیر سے گئے تھے۔ اور میں نے عصر کی نماز بھی پانچ بجے آکر پڑھائی تھی) اس دیر ہو جانے کی وجہ سے وہ مجھے نہیں لے جاسکے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ڈپٹی کمشنر کے ہاں آج شب کا کھانا ہے۔ اور انگریزی کھانے میں عام طور پر دیر ہو جایا کرتی ہے۔ گیارہ بارہ بجے اگر کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو اس وقت کیا باتیں ہونگی۔ میں خود ہی ان سے بات چیت کرکے آپ کو اطلاع کردوں گا۔ اور جب آپ کو اطلاع آجائے۔ کہ آپ کے حسب منشاء

تسلی بخش انتظامات

ہوگئے ہیں۔ تو آپ باہر سے آدمی نہ بلائیں۔ اور میاں شریف احمد صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا۔ کہ مرزا معراج الدین صاحب کے جانے کے بعد

ایک غلطی

معلوم ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ چودہری فتح محمد صاحب نے جو عارضی طور پر ناظر امور عامہ تھے۔ ضلع گورداسپور کی بعض جماعتوں کے ذمہ کچھ تعداد لگائی ہے۔ کہ اتنے آدمی یہاں بھیج دیں۔ اور لاہور و امرت سر کی جماعتوں کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ اگر بلایا جائے تو وہ بھی آجائیں۔ میں نے کہا یہ تو بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ناظر امور عامہ کو چاہیئے تھا۔ کہ جب کہ اس کام کو ان کے صیغہ سے علیحدہ کرکے اس کے لئے ایک علیحدہ افسر مقرر ہو چکا ہے۔ تو وہ خود دخل نہ دیتے۔ دراصل چونکہ یہ انتظام نیا تھا۔ چودہری صاحب کو خیال نہ رہا۔ کہ یہ کام اب امور عامہ سے متعلق نہیں ہے۔ بہر حال میں نے کہا۔ کہ مرزا معراج الدین صاحب کو اس غلطی کی فوراً اطلاع دی جائے۔ تا وہ دوسرے افسروں کے سامنے جھوٹے نہ ٹھیریں۔ اور ان کی

خیر خواہی کا نتیجہ

یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ دوسروں کے سامنے غلط گو ثابت ہوں۔ چنانچہ مرزا شریف احمد صاحب نے مجھے کہا کہ میں ابھی خاص آدمی بھیج کر ان کو اطلاع کردیتا ہوں۔ اس کے بعد میں فیروز پور چلا گیا۔ اور اسی تاریخ کو

خاص آدمی کے ذریعہ

مرزا معراج الدین صاحب کو غلطی کی بھی اطلاع کردی گئی اور یہ بھی لکھ دیا گیا۔ کہ ان کے وعدہ کے مطابق انتظام ہو جانے پر اس سرکلر کو منسوخ کردیا جائے گا۔ میرے بعد ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس یہاں آئے۔ چودہری فتح محمد صاحب۔ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب اور میاں شریف احمد صاحب کو بلایا۔ اور باتیں کیں۔ ہمارے آدمیوں نے اپنے بعض عذرات پیش کئے۔ جیسا کہ انسان کا قاعدہ ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر اپنے شکوے بیان کرتا ہی ہے۔ لیکن آخر میں قطعی اور غیر مشتبہ الفاظ میں یہ کہدیا۔ کہ ہم جاری شدہ سرکلر کو منسوخ کردیں گے۔ اور اس انتظام پر ہمیں پوری تسلی ہے۔ یہ ۱۶ اکتوبر کی ڈاک کے جانے کے بعد کے واقعات ہیں۔ اس کے بعد ۱۷ کو پہلی ڈاک میں جماعتوں کو یہ اطلاع دیدی گئی۔ وہ اطلاع جلسہ سے پہلے جماعتوں کو پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ پہنچی اور کوئی آدمی اس سرکلر کے ماتحت قادیان نہیں آیا۔ یہ چٹھی جو کہ ہدایت کو منسوخ کرنے کے متعلق تھی۔ ڈپٹی کمشنر اور دوسرے حکام کو بھی بھجوا دی گئی۔ غرضیکہ افسران سے بالوضاحت کہہ دیا گیا۔ کہ ہم باہر سے آدمی نہیں بلائیں گے اور اس کے لئے چٹھی بھی جاری کردی گئی۔ اور ہم اطمینان سے بیٹھ گئے۔ کہ ہم نے

حکومت سے پوری طرح تعاون

کرلیا ہے۔ میں باہر گیا ہوا تھا۔ ۱۷ کی شام کو قادیان آیا رستہ میں لاہور۔ امرت سر وغیرہ مقامات پر کئی لوگ ملتے اور دریافت کرتے رہے۔ کہ کیا ہمارے پہنچنے کی ضرورت ہے۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا۔ کہ ہمیں اطمینان دلایا گیا ہے۔ کہ

پولیس کا انتظام

کافی ہوگا۔ اس لئے ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہمیں پتہ لگا۔ کہ گورنمنٹ خاطر خواہ انتظام نہیں کررہی۔ تو پھر اطلاع دیدی جائے گی۔ ہم مطمئن تھے۔ کہ ہم نے حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرلیا ہے۔ ساڑھے آٹھ نو بجے میں یہاں پہونچا اور کھانا وغیرہ کھاکر اور نماز سے فارغ ہوکر میں گیارہ بجے کے قریب بیٹھا تھا۔ کہ کسی نے آکر اطلاع دی۔ کہ

مجسٹریٹ علاقہ

آئے ہیں۔ اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں گیا۔ اور انہیں بلا کر بٹھایا۔ انہوں نے ایک کاغذ مجھے نکال کردیا۔ کہ یہ مجھے ملا ہے۔ وہ

حکومت پنجاب کی طرف سے حکم

تھا۔ جس میں لکھا ہے۔

Order under Section 3(1) (d) of the Punjab Criminal law (amendment) act. 1932

Whereas the Punjab Government is satisfied that there are reasonable grounds for believing that you Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad of Qadian in the District of Gurdaspur have been summoning persons to Qadian to be present at the Conference Convened by the Shoba Tabligh of the Majlis-i-Ahrar i-Islam at or near Qadian to be held on or about the 21st to 23rd of October. 1934. inclusive and whereas your action in so doing is prejudicial to the public peace or Safety the Punjab Government now directs you under section 3(1)(d) of the Punjab

317
Digitized by Khilafat Library Rabwah

Criminal law (Amendment) Act 1932
(1) to cancel and revoke any Summons sent by you or under your authority to any person to attend at Qadian on the dates afore-said
(2) to abstain until after the 24th of October 1934 from summoning any person or persons to Qadian
(3) to abstain until after the 24th of October 1934 from promoting or convening any meeting in Qadian.
(4) to abstain until after the 24th of October 1934 from making arrangements for the reception at Qadian of any person called by you and from providing them with food and shelter.
Given under my hand this 17th day of October 1934. Sd/ C. Garbett. Chief Secretary to the Government Punjab 17-10-34.

اس کا ترجمہ یہ ہے۔

حکم زیر سیکشن ۳ (۱) (الف) پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۳۲ء
چونکہ پنجاب گورنمنٹ کو تسلی ہے۔ اور چونکہ یہ باور کرنے کے لئے معقول قرائن موجود ہیں۔ کہ تم مرزا بشیر الدین محمود احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور لوگوں کو قادیان بلا رہے ہو۔ اس غرض سے کہ وہ مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کی اس کانفرنس پر جو کہ وہ ۲۱ لغایت ۲۳ اکتوبر یا اس کے قریب قادیان یا اس کے قرب و جوار میں کرنا چاہتے ہیں۔ موجود ہوں۔ اور چونکہ تمہارا یہ فعل امن عامہ میں خلل ڈالنے والا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ پنجاب تمہیں زیر دفعہ ۳ (۱) (الف) پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۳۲ء ہدایت کرتی ہے۔ کہ (۱) تم اپنے تمام دعوت ناموں کو جو ان تاریخوں پر لوگوں کو قادیان بلانے کے لئے تم نے بھیجے ہیں۔ یا تمہارے زیر حکم بھیجے گئے ہیں۔ منسوخ کر دو۔ (۲) ۲۴ اکتوبر ۳۴ء تک کسی شخص یا اشخاص کو قادیان بلانے کی غرض سے کوئی دعوت نامہ مت بھیجو۔ (۳) ۲۴ اکتوبر ۳۴ء تک تم کوئی جلسہ قادیان میں کرو نہ جلسہ کرنے میں ممد ہو۔ (۴) ۲۴ اکتوبر ۳۴ء تک کسی ایسے شخص کا جسکو تم نے بلایا ہو قادیان میں استقبال کرنے یا اس کے لئے کھانے اور رہائش کا انتظام کرنے سے محترز رہو۔ آج مورخہ ۱۷ اکتوبر ۳۴ء کو میرے دستخط سے جاری ہوا۔ دستخط سی۔ گاربٹ چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب

یہ قانون ۳۲ء میں پاس کیا گیا ہے۔ اور اس کی تمہید میں لکھا ہے۔ کہ وہ سول نافرمانی اور حکومت برطانیہ کو تہ و بالا کر دینے والی تحریکات کو روکنے کے لئے ہے۔ اور مجھے یہ حکم دے کر گویا حکومت نے یہ الزام لگایا ہے۔ کہ میں

سول نافرمانی کرنے والا

یا حکومت برطانیہ کو تہ و بالا کرنے کی تحریک کرنے والا ہوں میں نے اس حکم کو پڑھتے ہی اس پر حسب ذیل جواب لکھ کر مجسٹریٹ کو دیدیا۔

جواب

مجھے گورنمنٹ کے حکم سے اطلاع ہوئی۔ اور میں اپنے مذہب کے حکم اور سلسلہ کی روایات کی وجہ سے اس کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں ورنہ یہ حکم ایسا غیر منصفانہ اور ناجائز ہے۔ کہ ایک شریف آدمی کے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے۔ کہ ایک مہذب حکومت ایسا حکم کس طرح جاری کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے اس فتنہ کو دیکھ کر کہ احرار قادیان میں ایک جلسہ کر رہے ہیں۔ اور وہ علی الاعلان سلسلہ احمدیہ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ایک ہدایت دی تھی۔ کہ جماعت احمدیہ کے کچھ لوگ سلسلہ کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے جمع کر لئے جائیں۔ لیکن اس ہدایت کے جاری کرنے کے دو گھنٹہ بعد مرزا معراج الدین صاحب۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ میرے پاس آئے۔ اور میں نے خود انکو اس ہدایت سے اطلاع دی۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ میں پورا انتظام پولیس کا کرا دوں گا۔ اس لئے آپ آدمی نہ بلوائیں۔ اور ان کے کہنے کے مطابق اس ہدایت کا جاری کرنا منسوخ کر دیا گیا۔ اس کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایک ایسی ہدایت جماعت کے کسی افسر نے بغیر میرے مشورہ کے پہلے سے جاری کی ہوئی ہے اور اسے بھی منسوخ کر کے جماعتوں کو ہدایت کر دی گئی۔ کہ وہ آدمی نہ بھیجیں۔ میں کل فیروزپور گیا تھا۔ مجھ سے راستہ میں بعض احمدیوں نے پوچھا۔ کہ کیا انہیں احرار کے جلسہ پر قادیان آنے کی اجازت ہے۔ اور میں نے انہیں اس سے منع کیا۔ حکومت سے ایسے تعاون کرنے کے بعد اس قسم کے حکم کا بھجوا دینا حکومت کے وقار کو کھونا ہے۔ اور حکومت کی مضبوطی کا نہیں۔ بلکہ کمزوری کا موجب ہے۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ حکومت نے اس قسم کے حکم کو جاری کر کے اس اعتماد کو نقصان پہنچایا ہے جو اس پر ملک معظم اور ان کی حکومت نے کیا تھا۔ بہرحال چونکہ میرا مذہب مجھے وفاداری اور اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ میں اس حکم کی جسکی غرض سوائے تذلیل اور تحقیر کے کچھ نہیں۔ پابندی کروں گا۔ اور انشاء اللہ پوری طرح اس کی تعمیل کروں گا۔ باقی اس حکم کی نسبت آئندہ نسلیں خود فیصلہ کریں گی۔ کہ اس کے دینے والے حق پر تھے یا نہ تھے۔ وافوض امری الی اللہ وھو احکم الحاکمین۔ خاکسار مرزا محمود احمد

(۱) ان واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ (اول) میں نے جو ہدایت آدمی بلانے کیلئے دی تھی۔ اس کے ماتحت احکام جاری ہی نہیں ہوئے۔ اور اجراء سے قبل ہی ہدایت منسوخ کر دی گئی (۲) ہمیں حکومت نے کبھی بھی آدمی بلانے سے منع نہیں کیا۔ اس لئے سول نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کمشنر صاحب نے خانصاحب سے صرف یہ کہا تھا۔ کہ آپ لوگ کوئی ایسی کارروائی نہ کریں جو اشتعال انگیز ہو۔ اور

ہماری گذشتہ تاریخ اور روایات

بتاتی ہیں۔ کہ اگر ہمارے دس لاکھ آدمی بھی جمع ہو جائیں۔ تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ شورش کریں گے۔ سوائے کسی ایسے افسر کے جو

دن شراب پینے میں

اور رات عیاشی اور برج کھیلنے میں گذار دے۔ کوئی ہمارے اجتماع پر بدگمانی نہیں کر سکتا۔ پہلی دفعہ ۱۶ اکتوبر کو خانصاحب نے آکر مجھے کہا کہ حکومت کا ایسا منشاء ہے۔ اس سے قبل ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ مرزا معراج الدین صاحب نے جو گفتگو کی وہ سرکاری حیثیت سے نہ تھی۔ اور اس لئے حکومت اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ وہ پرسوں پھر آئے تھے۔ اور میں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ اس دن کیسے آئے تھے۔ تو انہوں نے یہی کہا۔ کہ میں ذاتی طور پر ملنے آیا تھا۔ اس لئے اس دن کی انکی گفتگو

گورنمنٹ کے لئے مفید

نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ ذاتی حیثیت سے آئے تھے۔ حکومت کی طرف سے اس بارہ میں ہمارے ساتھ جو گفتگو کی گئی۔ وہ وہی تھی جو ۱۶ اکتوبر کو ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کی۔ اور اس مجلس سے اٹھنے سے قبل میاں شریف احمد صاحب نے بالوضاحت پولیس کے دونوں سپرنٹنڈنٹوں سے کہدیا تھا۔ کہ باہر سے لوگوں کو بلانے کے لئے جو حکم جاری کیا گیا ہے۔ اسے منسوخ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب کمشنر صاحب اور انسپکٹر جنرل صاحب پولیس ۱۸ اکتوبر کو قادیان آئے۔ اور ان کے ساتھ یہ افسران بھی تھے۔ تو اس وقت میاں شریف احمد صاحب نے ان دونوں افسروں سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ سے نہیں کہدیا گیا تھا کہ ہم اس حکم کو منسوخ کر دیں گے۔ اور کیا آپ نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ تو انہوں نے تسلیم کیا۔ کہ انہیں اس امر کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ اور انہوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو بھی اس مضمون سے اطلاع کر دی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس پر عذر کیا۔ کہ بے شک مجھے اطلاع ہو گئی تھی۔ مگر

گورنمنٹ کا حکم

سولہ کو جاری ہو چکا تھا۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ درست نہ تھا۔ گورنمنٹ نے سترہ کو ہی اس حکم کا فیصلہ کیا۔ اور اسی تاریخ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو جاری کیا) چونکہ ۱۶۔ کو ڈاک نکل چکی تھی۔ اس لئے ۱۷۔ کو خاص آدمی مقرر کر کے تنسیخ کے احکام بھجوائے گئے۔ اور حکومت کو بھی اس کی اطلاع دیدی گئی۔ (۳) جو دعوت جاری کی گئی وہ چوہدری فتح محمد صاحب نے دی تھی۔ ناظر امور عامہ کی حیثیت سے (۴) ناظر جتنے ہیں۔ سب

صدر انجمن کے ٹرسٹی

ہیں۔ اور اپنے اپنے محکمہ کے قانوناً بھی اخلاقاً بھی۔ مذہباً اور ہمارے نظام کے رُو سے بھی پورے پورے ذمہ وار ہیں حتیٰ کہ

نظامِ سلسلہ

انہیں یہاں تک ذمہ وار قرار دیتا ہے۔ کہ اگر کوئی ناظر خلیفۂ وقت کے مشورہ سے بھی کوئی کام کرے۔ تب بھی ذمہ وار وہی ہے۔ مشورہ پرائیویٹ سمجھا جائے گا۔ اور یہاں تک حکم ہے۔ کہ اگر ناظر کوئی

پرائیویٹ مشورہ

لے۔ تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ اور وہ اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کر سکتا۔ ساری ذمہ واری اسی پر ہے۔ سوائے اس کے کہ خلیفہ کا تحریری حکم اس کے پاس موجود ہو۔ بلکہ یہاں تک اس بارہ میں پابندی ہے۔ کہ اگر کوئی ناظر غفلت سے تحریری حکم نہ لے اور اس فعل کو خلیفہ کی طرف منسوب کرے۔ تو وہ اعتماد کو توڑنے والا اور

مستوجب سزا

ہوگا۔ اور ان تمام مذہبی اور قانونی ذمہ داریوں کے مطابق یہ امر واضح ہے۔ کہ ناظر امور عامہ نے جو آرڈر دیا۔ وہ اس کا ذاتی فعل تھا۔ مجھ سے اس میں مشورہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اور اگر کیا بھی جاتا۔ تو بھی وہ بحیثیت ناظر کے نہیں۔ بلکہ ذاتی فرد کی حیثیت سے ہوتا۔ اور اگر کوئی نقصان ہو جاتا۔ تو وہ میرا حوالہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔ (۵) صدر انجمن ایک

باقاعدہ رجسٹرڈ باڈی

ہے۔ اور وہ اس کے ماتحت براہ راست حکومت کے سامنے ذمہ وار ہے (۶) یہ امر ثابت ہے۔ کہ آدمی

خود حفاظتی کے لئے

بلائے گئے تھے۔ اور اس جگہ پر جہاں ان کا آنا مذہبی فرض ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں آنے کی بار بار تاکید کی ہے اور اس سے حکومت کا روکنا

مذہبی مداخلت

ہے۔ اس جگہ ان کو جبکہ بلایا گیا مقدس مقامات ہیں۔ اور ان کی حفاظت کے لئے انہیں اس وقت بلایا گیا۔ جب دشمن ان کے خلاف شورش کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے تھے۔ (۷) جونہی حکام نے

انتظامات کی مضبوطی

کا یقین دلایا۔ انہیں کہہ دیا گیا۔ کہ آدمی نہیں بلائے جائیں گے۔ (۸) ۱۶ اکتوبر کو گورداسپور کے حکام کو اس کا علم ہو گیا تھا۔ وہاں ٹیلیفون اور ٹیلیگراف دونوں موجود ہیں۔ لیکن ۱۷۔ کو تین بجے کی گاڑی سے ایک سپیشل انسپکٹر یہ احکام لے کر لاہور سے چلتا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بیس گھنٹہ کے وقفہ کے باوجود

حکام ضلع گورداسپور

نے پنجاب گورنمنٹ کو مطلع نہیں کیا۔ تا حکومت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتی۔ ان کے لئے لازم تھا۔ کہ ہمارے وعدہ کو حکام بالا تک پہونچا دیتے۔ (۹) حکومت کو علم تھا۔ کہ

سرکلر جاری کرنے والا

ناظر ہے۔ اور جیسا کہ مرزا معراج الدین صاحب نے بیان کیا۔ وہ سرکلر یا اس کی نقل حکومت کے پاس پہونچ چکی تھی۔ خواہ وہ قادیان سے گئی۔ یا باہر سے۔ بہر حال حکومت کو اس کا علم تھا۔ اور یہ بھی وہ جانتی تھی۔ کہ اس کا جاری کرنے والا میں نہیں ہوں۔ (۱۰) اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ اس کا جاری کرنے والا میں ہی تھا یا اسے منسوخ کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ تب بھی یہ

سول نافرمانی یا حکومت کو تہ و بالا کر دینے والا جرم

نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام کی خواہش ہی تھی لیکن حاکم کی خواہش اور حکم میں فرق ہوتا ہے۔ کیا گورنمنٹ اس عام بات کو بھی نہیں سمجھ سکتی۔ کہ یہ قانون حکام کی خواہش کو نہیں۔ بلکہ ان کے احکام کو رد کرنے کے مواقع کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اس حکم کے بعد اگر انکار کیا جاتا۔ تو یہ البتہ سول نافرمانی کہلا سکتی تھی۔ لیکن ایس۔ پی یا ڈی۔ سی کی خواہش کا انکار کرنا سول نافرمانی نہیں۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا تھا۔ کہ تعاون نہیں کیا گیا۔ مگر یہ حکومت کو تہ و بالا کرنے والی کوئی صورت نہیں۔ اور اگر حکومت ایسا ہی سمجھتی ہے۔ تو پھر ہمارے یہ شکوک صحیح ہیں۔ کہ یہاں

حکومت احراریوں کی ہے

یہاں لوگوں کو کسی سرکاری چھاؤنی یا پولیس پر حملہ کرنے کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ حملہ کے لئے ہی بلائے گئے تھے۔ تو وہ حملہ احراریوں پر ہو سکتا تھا۔ اور جب تک حکومت یہ قرار نہ دے لے۔ کہ وہ احراری ہے۔ اور جو ان پر حملہ کرتا ہے۔ وہ حکومت پر حملہ کرتا ہے۔ اس وقت تک یہ نہیں کہہ سکتی۔ کہ یہاں جو لوگ بلائے گئے۔ وہ حکومت کو تہ و بالا کرنے کی غرض سے بلائے گئے تھے۔

ان تمام امور کی موجودگی میں حکومت پنجاب نے مجھے ایسا

غیر منصفانہ نوٹس

دیا۔ اور ایسے قانون کے ماتحت دیا۔ جس میں صاف لکھا ہے۔ کہ یہ سول نافرمانی اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں کرنے والوں کے لئے ہے۔ پس حکومت نے

سخت بے انصافی

کی۔ جب اس نے (اول) اس شخص کو نوٹس دیا۔ جس کی طرف سے سرکلر جاری نہیں ہوا تھا۔ اور جاری کرنے والے کو نہ دیا اگر حکومت ایسا نوٹس دینا ضروری سمجھتی تھی۔ تو جس کے دستخط تھے۔ اسے دیتی۔ اور وہ بھی اس قانون کے مطابق نہ دیا جا سکتا تھا۔ جو سول نافرمانی کو رد کرنے کے لئے ہے۔

۲۔ گورنمنٹ نے بے انصافی کی۔

اس وقت نوٹس دے کر جبکہ بیس گھنٹے پہلے اس کے ذمہ وار افسروں سے اس کی منسوخی کا وعدہ کیا جا چکا تھا۔ اور جبکہ عملاً اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ قصور اس کے اپنے حکام کا تھا۔ کہ کیوں انہوں نے فون یا تار سے بالا افسروں کو اطلاع نہ دی جبکہ گورداسپور میں یہ دونو ذرائع میسر ہیں۔ ۳

حکومت نے سخت بے انصافی کی

جب کہ سول نافرمانی کا غلط الزام مجھ پر لگایا گیا۔ حالانکہ نہ کوئی حکم پہلے دیا گیا تھا۔ اور نہ بعد میں دیا گیا۔

۴۔ حکومت نے بے انصافی کی

اور سخت ظلم کیا۔ جب اس شخص پر سول نافرمانی کا غلط الزام لگایا کہ جس نے اور جس کی جماعت نے ہمیشہ سول نافرمانی اور اس قسم کی دوسری تحریکوں کی مخالفت کی ہے۔ اور حکومت کا تختہ الٹ دینے کا الزام لگا کر ہماری سخت ہتک کی۔

۵۔ حکومت نے سخت نا انصافی

کی۔ کہ احراریوں کا جن کا یہاں کوئی واسطہ اور کام نہ تھا۔ یہاں آنا جائز قرار دیا۔ اور احمدیوں کا جن کا یہ مقدس مقام ہے ان کے یہاں آنے کو موجب فساد قرار دیا۔ حالانکہ وہ اپنے گھر آ رہے تھے۔ اور احراری دوسرے کے گھر۔ اگر ایسا نوٹس دینے کی ضرورت تھی۔ تو وہ احرار کو دیا جانا چاہیئے تھا۔ ہمیں ایسا نوٹس دینے کے تو یہ معنے ہیں۔ کہ وہ گھر والوں کو تو حکم دیتی ہے۔ کہ اپنے گھر کی حفاظت کے لئے اکٹھے ہو کر نہ بیٹھیں اور ڈاکوؤں اور حملہ آوروں کو جمع ہونے کی اجازت دیتی ہے ؎

۶ حکومت نے بے انصافی اور ظلم کیا

جب اس نے ہمارے لئے اس قانون کو استعمال کیا۔ جو باغیوں اور انارکسٹوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور جسے پاس کرتے وقت حکومت نے ملک کے نمائندوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کیا جائیگا۔ اگر یہ قانون احمدیوں پر اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گھروں کی حفاظت کے لیے جمع ہونے پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ تو دنیا کی کون ایسی ہستی ہے۔ جو اس سے باہر رہ سکتی ہے۔ کل کو حکومت کسی شخص کو مال روڈ پر چھینک مارنے سے روک سکتی ہے۔ کہ کوئی راہگیر سوچتا جا رہا ہوگا۔ اس کے خیالات میں انتشار پیدا ہوگا وہ جوش میں آ کر لڑے گا۔ اس کے رشتہ دار آئیں گے۔ ادھر تمہارے رشتہ دار جمع ہونگے۔ اور اس طرح

قتل و غارت کا احتمال

ہے۔ اس لئے چلو جیل خانہ میں۔ کونسا ایسا انسان ہے۔ جو اس قسم کے چکروں سے اس قانون کے ماتحت گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ خربوزے کھا کر بازاروں میں چھلکے پھینکنے والے کو بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ کہ کسی کا پاؤں پھسلے گا۔ اس کے متعلقین لڑائی کریں گے۔ اور اس طرح ملک میں بدامنی پیدا ہوگی۔ کیا

کوئی معقول انسان

سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ صحیح استعمال ہے اس قانون کا اس کے لئے جس نے خود اس کے بنانے والوں سے بھی زیادہ قیام امن کی کوشش کی ہے جس نے اور جس کی جماعت نے اس وقت سول نافرمانی اور اس قسم کی دوسری موومنٹوں کا مقابلہ کیا۔ جب یہ افسر جو آج ہمیں باغی قرار دے رہے ہیں۔ آرام سے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھے ہوا کرتے تھے۔ پھر یہ لوگ تنخواہیں لیکر کام کرتے تھے اور میں نے اور میری جماعت نے

لاکھوں روپیہ

اپنے پاس سے خرچ کر کے بدامنی پیدا کرنے والی تحریکات کا مقابلہ کیا۔ پھر کس قدر ظلم ہے کہ جو قانون ان تحریکات کے انسداد کیلئے وضع کیا گیا۔ وہ سب سے پہلے ہمیں پر استعمال کیا جاتا ہے جنہوں نے

ملک معظم کی حکومت

کو قائم کرنے کے لئے ملک کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ احرار کی تقریریں پڑھو۔ ان کو زیادہ غصہ اسی بات پر ہے کہ ہم حکومت کے جھولی چک ہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم اسی وجہ سے ان کے مخالف ہیں حکومت نے یہ نوٹس دیکر ایک امن پسند جماعت کی ہتک کی۔ کیونکہ اس نے یہ قرار دیا کہ جو احمدی یہاں آئیں گے فساد کریں گے گویا ہم بھی فسادی اور جماعت احمدیہ بھی فسادی ہے۔ اور امن پسند صرف احراری ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب حکومت پر مصیبت آتی ہے تو وہ ہم سے استمداد کرتی ہے۔ اس کی مصیبت کے وقت ہمارے لیکچرار جا جا کر مخالف تحریکوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جنگ میں ہم نے تین ہزار والنٹیئرز دیئے۔ روپیہ ہم خرچ کرتے تھے۔ مگر آج

احراریوں کی حفاظت کیلئے

وہ ہمیں باغی قرار دیتی ہے۔ (۲) حکومت نے ناانصافی کی جب ہمیں اس رنگ میں نوٹس دیا۔ حالانکہ گذشتہ مواقع کی طرح وہ ابتک بھی خواہش امداد کر سکتی تھی۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اور یہ نہیں کہتا کہ ہم نے کبھی غلطی نہیں کی۔ لیکن حکومت کا پہلے سلوک ہم سے یہ تھا۔ کہ ہر ایسے موقع پر وہ اپنی خواہش کا اظہار کر دیتی تھی۔ چونکہ وہ جانتی تھی۔ کہ ہم

تعاون کرنیوالے

ہیں۔ حکام کی طرف سے چٹھی آ جاتی تھی۔ کہ جماعت کو یہ ہدایت کر دیں۔ اور ہم کر دیتے تھے۔ پھر آج بغیر کسی وجہ کے یہ نوٹس کیوں دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ یا ہم میں تبدیلی ہو گئی ہے یا حکومت میں۔ ابھی مئی کا واقعہ ہے کہ وائسرائے ہند کی طرف میں نے ایک خط لکھا تھا کہ جماعت احمدیہ کے ایڈریس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ شاید حکومت کا خیال ہے۔ کہ ہم بعض مواقع پر اس سے تعاون نہیں کرتے اس کے جواب میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا ہے کہ ہز ایکسی لنسی کو یہ خیال ہرگز نہیں۔ بلکہ حضور وائسرائے اس کے برعکس ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کو

سب سے زیادہ قانون کی پابند اور وفادار

جماعتوں میں سے ایک جماعت سمجھتے چلے آتے ہیں۔ تو ہندوستان کا افسر اعلیٰ کہتا ہے کہ یہ جماعت بہترین قانون کی پابند اور وفاداری کرنیوالی ہے۔ مگر پنجاب کی گورنمنٹ کے کچھ افراد کہتے ہیں۔ کہ تم بغاوت کرنے والے ہو۔ بس دو ہی صورتیں ہیں۔ یا ان میں تبدیلی ہوئی ہے یا ہم میں۔ لیکن مئی کے بعد اس قدر قلیل عرصہ ہے کہ ہمارے اندر کوئی عظیم الشان تغیر مانا نہیں جا سکتا اور دوسری صورت یہی ہے کہ سرکاری افسروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو ایسے وجوہ کی بناء پر جن کا ہمیں علم نہیں۔ ہمارا دشمن ہے۔ اور اس نے یہ نوٹس دیکر

اپنے عناد کا اظہار

کیا ہے یا پھر یہ بات ہے کہ نچلے حکام نے افسران بالا کو دھوکا دیا ہے حکومت نے لکھا ہے کہ اس نوٹس سے ہمارا منشاء ہتک نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا۔ اور اس جمعہ تک بات کو ملتوی کرنیکی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اگر حکومت نے کہہ دیا کہ غلطی ہوئی ہے تو میں اس بات کو چھوڑ دونگا۔ لیکن اس نے اپنی جھوٹی عزت کا خیال کیا

ہماری حقیقی ہتک

کا کچھ خیال نہ کیا۔ کسی کو جوتا مار کر کہہ دینا کہ میرا مقصد ہتک نہیں تھا عجیب مضحکہ خیز امر ہے۔ منشا کا پتہ تو ہمیشہ واقعات سے ہوا کرتا ہے جب میں نے نہ سرکلر جاری کیا۔ نہ جاری کرنیوالے نے مجھ سے پوچھا۔ پھر اسے منسوخ بھی کر دیا گیا۔ اور افسروں کو اطلاع بھی دیدی گئی۔ تو پھر سزا کے مستوجب یہاں کے افسر ہیں۔ اور حکومت کا فرض تھا۔ کہ انہیں سزا دیتی اور ہم سے صاف کہہ دیتی کہ غلطی ہو گئی ہے۔ اس سے اس کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا۔ نہ کہ کمی۔ کانگرس سے ہمیشہ ہماری یہی جنگ رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم غلام ہیں۔ مگر ہم کہتے کہ ہم ہرگز غلام نہیں ہیں اب ہم انہیں کیا منہ دکھائیں گے۔ کیونکہ اب تو پنجاب گورنمنٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ

ہندوستانیوں کو غلام

سمجھتی ہے۔ اور ان کی عزت کی قیمت اس کی نظر میں ایک کوڑی کی بھی نہیں ہے اس حکم کے جاری کرنے والے افسروں نے یہ خطرناک غلطی کی ہے کہ ہم پر اس کام کا الزام لگایا ہے۔ جسے ہم حرام سمجھتے ہیں۔ اور جس کے لئے ہم باوجود اس کے کہ اس نے ہماری عزت کا پاس نہیں کیا تیار نہیں ہیں۔ دگرنہ غالب کی طرح ہم بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ بے وفا تو بے وفا ہی سہی۔ مگر نہیں ہمارے مذہب نے ہمیں یہ سکھایا ہے۔ کہ حکومت کے وفادار رہیں۔ اس لئے وہ اگر ہمیں قید کر دے۔ پھانسی دیدے تب بھی ہم وفادار ہی رہیں گے۔ اور ہر عمل سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کریں گے۔ میں نے اس جگہ گورنمنٹ کی جگہ افسران کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ میرے نزدیک اس کی ذمہ دار گورنمنٹ نہیں۔ بلکہ خاص افسر ہیں اور محض دفتری کارروائی کے ماتحت یہ حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ گورنمنٹ کے کئی ممبروں سے میں نے پوچھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اس کا علم ہی نہیں۔ اور یقین ممکن ہے۔

ہز ایکسی لنسی گورنر

کو بھی علم نہ ہو۔ ممکن ہے۔ بعض انگریز اور ہندوستانی ممبروں کو بھی اس کا علم نہ ہو۔ لیکن بہر حال یہ گورنمنٹ کے نام سے جاری ہوا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہے۔ اور اس کا فرض ہے کہ اس غلطی کا اعتراف کرے اور کہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا مگر جب تک حکومت کی طرف سے یہ ہتک اور احراریوں کی طرف سے یہ چیلنج قائم ہے۔ ہر احمدی جس کے دل میں ایمان ہے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ جماعت کے وقار اور عزت کے لئے ہر قربانی کیلئے تیار رہے۔ احمدیت صرف نماز روزہ کا نام ہی نہیں اور جو شخص احمدیت کے اعزاز اور وقار کے لئے اپنی جان اور مال قربان کرنیکو تیار نہیں۔ وہ احمدی نہیں کہلا سکتا۔ حکومت نے

ہماری پچاس سالہ روایات

کو جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فخر کرتے رہے۔ حضرت خلیفہ اول فخر کرتے رہے اور میں فخر کرتا رہا۔ بیدردی سے کچل دیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ انہیں پھر قائم کریں اور ثابت کر دیں۔ کہ جو کہتا ہے ہم نے ان روایات کو قائم نہیں رکھا۔ وہ غلط بیانی کرتا ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ اس شخص کو سزا دے۔ اس موقع پر حکومت نے جو تشریح اپنے عمل کی کی ہے۔ اس کا میں علیحدہ جواب دونگا۔ اس میں تاریخیں بھی غلط دی گئی ہیں۔ اور واقعات بھی غلط دیئے گئے ہیں۔ مگر یہ سب تفاصیل میں آگے بیان کرونگا۔ سر دست میں یہ کہنا چاہتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوں۔ کہ حکومت کی تشریح میں بعض صریح طور پر غلط واقعات درج ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے حکومت کو دھوکا دیا ہے اور حکومت میں کوئی ایسا عنصر موجود ہے۔ جو ہم سے بلاوجہ عناد رکھتا ہے۔ بعض افسروں نے اس دوران میں اس ہتک کے احساس کو اور بھی مضبوط کیا ہے۔ ایک افسر کو جب کہا گیا۔ کہ یہ نوٹس خلیفہ کو کیوں دیا گیا۔ تو اس نے کہا۔

کیا خلیفہ حکومت کی رعایا نہیں

گویا رعایا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس کی چاہو ہتک کر دو۔ میں اس افسر کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر حکومت کی رعایا ہونے کے یہی معنے ہیں۔ تو کوئی شریف اور غیرت مند انسان اس کی رعایا ہونا پسند نہیں کریگا۔ ہم تو برطانوی رعایا ہونے کا یہی مطلب سمجھا کرتے تھے۔ کہ اس حکومت میں سب کی عزت محفوظ ہے۔ کوئی کسی کی توہین اور ہتک نہیں کر سکتا۔ بلکہ رعایا کا ہر فرد برٹش ایمپائر کی عظمت کا حصہ دار ہے لیکن آج ہمیں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ خواہ تم پر کوئی غلط قانون ہی کیوں نہ استعمال کیا جائے۔ رعایا ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر بولتے ہو۔ تو تم باغی ہو۔ اگر رعایا ہونے کا یہی مطلب ہے۔ تو حکومت کو چاہیئے۔ کہ دلیری سے اس کا اعلان کر دے۔ کہ اے ہندوستان کے رہنے والو تمہاری عزت خاک میں ملا دی جائے گی۔ اس صورت میں جو غیرت مند ہو گا۔ وہ اس ملک سے نکل جائیگا۔ بجائے اس کے کہ ذلیل ہو کر یہاں رہے۔ ایک دوسرے افسر نے کہا۔ کہ خلیفہ کے سوا کسے مخاطب کیا جاتا۔ کیا اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ کسی اور کو ذمہ دار قرار دے کر خلیفہ کی ہتک کی گئی ہے جیسے دوست نے کہا گیا۔ اس نے کیا اچھا جواب دیا۔ کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ اس قانون کی نافرمانی کی وجہ سے اگر کسی شخص کو قید کرنے کی نوبت آتی۔ تو جماعت کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا۔ کہ کسی اور کو یہ اعزاز دے کر خلیفہ کی ہتک کیوں کی گئی۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کوئی افسر

عقل سے ایسا کورا

ہو سکتا ہے۔ کہ وہ فی الواقع یہی بات سمجھ رہا ہو۔ یہ تمسخر ہے۔ اور جیسا کہ محاورہ ہے

ہتک کے ساتھ زخم

بھی پہنچایا گیا ہے۔ ایسا کرنیوالوں کا یہی منشا ہے۔ کہ ہتک بھی کریں۔ اور لوں کو زخمی بھی کریں۔ اس جواب کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ یہ نوٹس ایک بہت بڑی عزت افزائی تھی۔ پس اگر یہ اعزاز خلیفہ کو نہ دیا جاتا۔ تو تم اس میں کیونکر حصہ دار ہو سکتے تھے۔ تمہاری پچاس سالہ خدمات کا حکومت پر ایک بوجھ تھا اپر بوجھ تھا کہ تم نے جنگ یورپ میں آدمیوں اور روپوں سے مدد کی۔ اسپر بوجھ تھا کہ تم نے رولٹ ایجیٹیشن کی شورش کا مقابلہ کیا۔ اس پر بوجھ تھا۔ کہ تم لوگوں نے ہجرت کی تحریک کا مقابلہ کیا۔ اور اس نے تم کو کوئی بدلہ نہیں دیا۔ اسپر بوجھ تھا کہ تم نے نان کوآپریشن کا مقابلہ مفت لٹریچر تقسیم کر کے اور جلسوں اور لیکچروں کے ذریعہ کیا۔ اور حکومت اس کا بدلہ دینے سے عاجز رہی۔ اسپر بوجھ تھا۔ کہ تم نے سول ڈسوبیڈینس کا مقابلہ کیا۔ ٹیررسٹس کا مقابلہ کیا۔ بنگال میں ٹیررازم کا مقابلہ کیا۔ اور اس نے کوئی قدر دانی نہ کی۔ اب یہ ایک موقع حکومت کو قدر دانی کا ملا تھا۔ اگر یہ انعام خلیفہ کو نہ دیا جاتا۔ تو تم سب احمدی اس میں کس طرح شریک ہو سکتے تھے۔ پس ہتک کرنے کے بعد یہ مزید ظلم ہے کہ

ہمارے احساسات کے ساتھ تمسخر

کیا جا رہا ہے۔ اور مجھے تو ایسا نظر آ رہا ہے۔ کہ حکومت پنجاب کے بعض (ابھی میں حکومت پنجاب کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ بعض ممبروں نے کہا ہے۔ کہ ہمیں تو علم بھی نہیں) افسروں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ ہم نے کانگرس کو دبا لیا ہے باغی جماعتوں کو توڑ دیا ہے۔ اور اب ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ کہ ہمیں

وفاداروں کی بھی ضرورت نہیں

اور جب یہ بات دنیا کے سامنے آئے گی۔ تو ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل ہے۔ یہی سمجھنے پر مجبور ہو گا۔ کہ اس حکومت کے پاس جانا خطرناک ہے یہ نہ دوست کو چھوڑتی ہے نہ دشمن کو۔ سب کو مارتی ہے۔

میں حیران ہوں۔ کہ آخر ان حکام اور ان احراریوں کا ہم نے کیا بگاڑا ہے میں نے خالی بالطبع ہو کر اس امر پر غور کیا ہے۔ کہ ہم نے ان کو کیا نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن کوئی بات مجھے نظر نہیں آتی۔ ہم نے ہر ایک کی خدمت کی ہے۔ اور خدمت کرنے کے لئے اپنی عزت کی قربانی کی۔ ماریں کھائیں۔ گالیاں کھائیں۔ احراری اب بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم مذہبی اختلاف کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن انکی

حکومت سے وفاداری

کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم نے حکومت کی خاطر اسقدر تکالیف اٹھائیں۔ مگر اس سے کیا لیا۔ اور پھر احراریوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ہماری کسی خدمت کی وجہ سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچا تو کیا وہ ایسے ہی ان سے مستفید نہیں ہوئے جیسے ہم۔ ہمیں تو نہ ملک کی خدمت سے کچھ ملا۔ اور نہ حکومت کی خدمت سے۔ سوائے اس کے کہ گالیاں کھائیں۔ ماریں کھائیں۔ ہمارے آدمی کابل میں مارے گئے۔ محض اس لئے کہ وہ جہاد کرنیکے مخالف تھے۔ اٹلی کے ایک انجینئر نے جو حکومت افغانستان کا ملازم تھا۔ صاف لکھا ہے۔ کہ امیر حبیب اللہ خان نے صاحبزادہ سید عبد اللطیف کو اس لئے مروا دیا۔ کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیکر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرتا ہے۔ پس ہم نے اپنی جانیں اس لئے قربان کیں۔ کہ انگریزوں کی جانیں بچیں۔ مگر آج بعض حکام سے ہمیں یہ بدلہ ملا ہے۔ کہ ہم سے

باغی اور شورش پسندوں والا سلوک

روا رکھا ہے۔ اور پھر وہ محسوس بھی نہیں کرتے۔ کہ انہوں نے جو کچھ کیا غلط کیا ہے۔ بلکہ ان کا جواب لمبا ہی ہے۔ جیسا کہ محمود طرزی نے دیا تھا محمود طرزی امیر امان اللہ خاں کے خسر اور افغانستان کے وزیر خارجہ تھے۔ انہیں کے خط کی بناء پر میں نے مولوی نعمت اللہ صاحب کو وہاں بھجوایا تھا۔ اور ان کا وہ خط آج بھی موجود ہے۔ جب وقت مولوی نعمت اللہ صاحب کو شہید کیا گیا۔ وہ فرانس میں سفیر تھے۔ جب واپس آئے۔ تو میں نے سید ولی اللہ شاہ صاحب کو ان سے ملنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے جا کر کہا۔ کہ آپ کے کہنے کے مطابق ہم نے اپنا آدمی وہاں بھیجا۔ اور آپ نے اسے شہید کرا دیا۔ یہ کیا ظلم کیا۔ اسپر انہوں نے بہت ناراض ہو کر جواب دیا۔ کہ غصہ کا موقعہ تو ہمیں ہے۔ ہم نے تو تمہارا ایک آدمی مار دیا۔ اور تم نے ہمیں

ساری دنیا میں بدنام

کر دیا۔ اگر ہم نے مار دیا تھا۔ تو اسقدر شور کیوں مچایا۔ تمہیں چاہیئے تھا۔ کہ چپ رہتے اسی طرح کا یہ گورنمنٹ بھی ہمیں جواب دیتی ہے۔ کہ اگر ہتک ہو گئی۔ تو کیا جسطرح ایک کتا مار کھا کر بھی اپنے آقا کے بوٹ کو چاٹتا ہے۔ اسی طرح تم بھی کہو۔ کہ سبحان اللہ کیا عزت افزائی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ نے ہمارے خلیفہ کو مخاطب کیا ہے۔ یہ بات جو جولیاں

انگلستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں

پھیلے گی۔ اور ضرور پھیلے گی۔ تو ضرور حکومت کی بدنامی کا موجب ہو گی۔ دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی۔ تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے ہو۔ جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے لیکن دوسری طرف حکومت ہم سے یہ سلوک کرتی ہے۔ کہ کہتی ہے تم مرزا محمود احمد سول نافرمانی کرنے والے ہو۔ اور جب یہ واقعات کسی عقلمند کے سامنے پیش ہونگے تو وہ تسلیم کریگا۔ کہ

حکومت کا رویہ

صحیح نہیں۔ میں نے یہ خطبہ جان بوجھ کر اس ہفتہ پر رکھا تھا۔ کہ دیکھوں حکومت انکا ازالہ کرتی ہے۔ یا نہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس نے دلداری کی کوشش کی ہے مگر گہرے زخم ظاہری مرہم سے شفا نہیں پایا کرتے۔ ہم کو فخر تھا کہ ہم نے پوری کوشش کر کے ملک میں امن قائم رکھا ہے۔ اور ملک میں ایک ایسی روح پیدا کر دی ہے کہ فساد مٹ جائے۔ مگر حکومت نے ہماری اس عمارت کو گرا دیا ہے۔ ہمارے نازک احساسات مجروح کئے گئے ہیں۔ ہمارے دل زخمی کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ مگر حکومت اور رعایا خواہ مخواہ ہماری مخالف ہے۔ اور مسیح ناصری کا قول بالکل ہمارے حسب حال ہے۔ کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ ہمیں بھی بس

اے احمدی جماعت

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنائے گا۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اپنے لئے خدا کے فضل سے آپ گھر بناؤ۔ اس الہام میں یہی اشارہ ہے۔ کہ یہ زمین اور آسمان تمہیں کانٹوں کی طرح کاٹیں گے۔ آخر ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ ملک کا یا حکومت کا۔ کہ ہم سے یہ دشمنی اور عناد کا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ کل پہرہ دینے والوں میں سے ایک خوش الحانی سے غالب کا شعر پڑھ رہا تھا۔ دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں :: بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں میرے دل میں اسوقت خیال گزرا کہ یہ ہمارے حسب حال ہے۔ ہم کسی کے گھر پر حملہ آور نہیں ہوئے۔ حکومت سے ایسی حکومت نہیں مانگی رعایا سے اس کے اموال نہیں چھینے۔ بلکہ اپنی مساجد ان کے حوالہ کر دیں۔ اپنی بیش قیمت جائدادیں انکو دیکر ہم میں سے بہت سے لوگ قادیان میں آ گئے۔ کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں۔ مگر پھر بھی

ہم پر حملے

کئے جاتے ہیں۔ اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں انکے آگے پھینکنا چاہتی ہے۔ اور کوئی نہیں سوچتا۔ کہ ہمارا قصور کیا ہے۔ جو ہم پر اسقدر ظلم ڈھائے جاتے ہیں گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم بے شک صابر ہیں۔ متحمل ہیں۔ مگر ہم بھی دل رکھتے ہیں۔ اور ہمارے دل بھی درد کو محسوس کرتے ہیں۔ اگر اسطرح بلاوجہ انہیں مجروح کیا جاتا رہا تو ان دلوں سے ایک آہ نکلے گی جو

زمین و آسمان کو ہلا دے گی

جس سے خدائے قہار کا عرش ہل جائیگا۔ اور جب خدا تعالیٰ کا عرش ہلتا ہے تو ہلا دنیا میں

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر غلام نبی)